اقبال

ایک تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر ملک حسن اختر

اقبال ایک تحقیقی مطالعہ

اِقبال

ایک تحقیقی مُطالعہ

ڈاکٹر ملک حسن اختر

اقبال اکادمی پاکستان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر : ڈاکٹر وحید قریشی
ناظم
اقبال اکادمی پاکستان
چھٹی منزل، ایوان اقبال، لاہور

طبع اول :	۱۹۸۸ء
طبع دوم : اکادمی ایڈیشن	۱۹۹۶ء
تعداد :	۵۰۰
قیمت :	۱۰۰/- روپے

مطبع : سعادت آرٹ پریس، لاہور

محل فروخت : ۱۱۶ - میکلوڈ روڈ، لاہور فون : ۷۳۵۷۲۱۴

ترتیب

انتساب ۹

پیش لفظ ۱۱

طالب علم اقبال ۱۷

اقبال کا سلسلۂ ملازمت ۵۳

اقبال اور پنجاب یونیورسٹی ۸۵

اقبال اور درسی کتابیں ۱۴۷

اقبال اور عزیز احمد ۱۸۳

اقبال اور کونسل آف سٹیٹ ۲۰۷

بِٹیا منیزہ اختر
کے نام

خُدا تمھیں تخلیقِ مقاصد اور جُستجو و آرزُو کا ذَوق عطا کرے

ما ز تخلیقِ مقاصد زندہ ایم
از شعاعِ آرزو تابندہ ایم

(اقبالؒ)

پیش لفظ

"اقبال — ایک تحقیقی مطالعہ" میرے ان تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے جو علامہ اقبال کے بارے میں وقتاً فوقتاً لکھے گئے اور جن میں علامہ اقبال کی زندگی کے بعض حقائق کو پہلی بار سامنے لایا گیا ہے۔ ان مضامین کے مطالعہ سے یہ احساس پختہ ہو جاتا ہے کہ علامہ اقبال کے بارے میں ٹھوس علمی کام کرنے کی کس قدر گنجائش اب بھی موجود ہے بلکہ یہ تلخ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ اقبال پر بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر اس میں سے بیشتر سرسری اور ناقابلِ اعتبار ہے چنانچہ ان مضامین میں کئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے اس کتاب میں بعض نایاب عکسی نقول بھی شائع کی جا رہی ہیں۔ درسی کتابوں کے سرِورق اگرچہ انوارِ اقبال میں بھی شائع ہوتے ہیں مگر ہم نے جو عکس شائع کیے ہیں وہ انوارِ اقبال سے مختلف ہیں۔ پانچویں اور چھٹی جماعت کی کتابوں کے سرِورق کے عکس پہلی بار شائع کیے جا رہے ہیں اور یہ انوارِ اقبال میں موجود نہیں ہیں۔ آٹھویں جماعت کی ۱۹۳۰ء کی اشاعت کا عکس انوارِ اقبال میں شائع کیا گیا ہے اس پر حکیم احمد شجاع کے نام کے ساتھ سیکرٹری پنجاب لیجسلیٹو کونسل لکھا ہے۔ ہم جو عکس شائع کر رہے ہیں اس پر سنِ اشاعت نہیں ہے مگر اس پر خلیفہ صاحب کے نام کے ساتھ اسسٹنٹ سیکرٹری پنجاب لیجسلیٹو کونسل لکھا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ۱۹۳۰ء سے پہلے کا ایڈیشن ہے۔ ۱۹۲۹ء میں پانچویں جماعت کے ایڈیشن پر بھی ان کو سیکرٹری بتایا گیا ہے لہٰذا یہ اس سے بھی پہلے کا ایڈیشن ہے۔ ۱۹۲۴ء میں انھیں اسسٹنٹ سیکرٹری

لکھا گیا ہے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ یہ پہلا ایڈیشن ہو۔ آئینۂ عجم کے پہلے ایڈیشن کا عکس شائع کیا جا رہا ہے جس پر ۱۹۲۳ء طبع ہے جبکہ انوارِ اقبال میں ۱۹۲۷ء کے ایڈیشن کا عکس دیا گیا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ یہ کتاب ۱۹۲۷ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اُردو کورس کی شرح کا عکس بھی پہلی بار شائع کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح بعض گزٹ نوٹی فیکیشنز کا عکس بھی شائع کیا جا رہا ہے جو پہلے کہیں اور نہیں چھپے ہیں۔ علامہ اقبال کی ڈگریوں کے عکس فقیر وحید الدین نے شائع کر دیے تھے مگر ان میں علامہ اقبال کی لنکنز اِن کی ڈگری کا عکس نہ تھا۔ اِسے پہلی بار شاملِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔ اس پر علامہ کے والد کا نام میر محمد لکھا ہے۔ اِس لیے غلط فہمی کے ازالہ کے لیے باقی ڈگریوں کے عکس بھی شائع کیے جا رہے ہیں جن پر والد کا نام نور محمد چھپا ہے۔

فقیر سید وحید الدین نے اقبال ان لیکچرز میں علم الاقتصاد کے پہلے ایڈیشن کا عکس شائع کیا ہے اور اس پر سن ۱۹۰۳ء چھپا ہوا دکھایا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ علم الاقتصاد ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی تھی اور وہ کتابت میں تھی۔ مگر فقیر صاحب نے سرورق ٹائپ میں دکھایا ہے جبکہ سن کتابت شدہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ تحریف کی ایک نادر مثال ہے۔ ہم علم الاقتصاد کے پہلے ایڈیشن کا سرورق بھی شائع کر رہے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ سن اشاعت ۱۹۰۳ء فقیر وحید الدین کی اختراع ہے

انوارِ اقبال میں علامہ اقبال کی چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت کی درسی کتابوں کا پیش لفظ شائع کیا گیا تھا۔ ہم نے بھی اسے شاملِ اشاعت کیا ہے تاکہ درسی کتابوں کے بارے میں مواد یکجا مِل جائے مگر اسے براہِ راست درسی کتابوں سے لیا گیا ہے۔ انوارِ اقبال میں پانچویں جماعت کی درسی کتاب کا دیباچہ شائع نہیں کیا گیا۔ یہ دیباچہ چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت کے مشترک دیباچے سے مختلف ہے

اور یوں ایک نئی چیز ہے۔ ہم اسے پہلی بار متعارف کروا رہے ہیں۔

علامہ اقبال نے ڈراما کو پسند نہیں کیا اور تیاتر کے عنوان سے یہ شعر کہے تھے۔

تری خودی سے ہے روشن ترا حریمِ وجود
حیات کیا ہے؟ اسی کا سرورِ سوز و ثبات
بلند تر مہ و پرویں سے ہے اسی کا مقام
اسی کے نور سے پیدا ہیں تیرے ذات و صفات
حریم تیرا خودی غیر کی! معاذ اللہ
دوبارہ زندہ نہ کر کاروبارِ لات و منات
یہی کمال ہے تمثیل کا کہ تو نہ رہے
رہا نہ تو تو نہ سوزِ خودی نہ سازِ حیات

مگر اِس حقیقت سے سب بے خبر رہے کہ انھوں نے ایک ڈرامے کو پسند بھی کیا تھا۔ اِس ڈرامے کا نام خنجرِ ہلال ہے اور اس کے مصنف منشی غلام قادر فرخ امرتسری ہیں۔ ڈرامے کے سرورق اور علامہ اقبال کی ڈرامے کے بارے میں رائے کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔

امید ہے کہ اقبال شناس حلقوں میں ہماری یہ ناچیز پیش کش شرفِ قبول حاصل کرے گی۔ پنجاب پبلک لائبریری کے چیف لائبریرین جناب محمد اسلم نے جس طرح بھرپور تعاون کیا اس کا شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے جناب نصیر صاحب اور جناب جمیل شاہ صاحب نے بعض کتابوں کے حصول میں مدد کی اور ہمارے دوست جناب صدیق جاوید نے داناتے راز ـــــ اقبال اور فاسٹ کی کتاب پولیٹیکل اکانومی عنایت کیں ان کا شکریہ بھی مجھ پر واجب ہے۔

میری بیٹی شازیہ اختر کا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی مگر اس

نے اس کتاب کے پروف پڑھنے میں میری جو مدد کی ہے اس کا ذِکر نہ کرنا بے انصافی کے مترادف ہو گا۔

ملک حسن اختر

جملہ حقوق محفوظ

ایک دلچسپ
معرکۃ الآرا تاریخی ناول

جس میں جنگِ عظیم یورپ کے عبرتناک انجام، اتحادیوں کے عالمگیر اقتدار، سلطنت عثمانیہ کی حالتِ نزع، حکومت قسطنطنیہ کی بے بسی، یونان کی سفاکانہ دستبرد، غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی اعجاز نما خداداد شجاعت و سیاست، ترکانِ احرار کے عدیم المثل جوشِ ملی، لشکرِ اسلام کی بے نظیر فتوحات، ولایت سمرنا پر شجاعانہ قبضہ، درۂ دانیال کی طرف فاتحانہ پیش قدمی، تھریس، ادرنہ اور قسطنطنیہ کی واپسی، سلطنت ترکی کے سابق اقتدار کی بحالی، کے سبق آموز اور درد انگیز واقعات نہایت موثر اور دلآویز پیرایہ میں قلمبند کر کے جدید ترکی کے نشو و نما کی تاریخ محفوظ کی گئی ہے۔

مصنفہ

منشی غلام قادر صاحب فرخ امرتسری

قیمت فی جلد ۱۲

ملنے کا پتہ: مینیجر دار الاشاعت امرتسر

"خنجرِ ہلال" اور ڈاکٹر اقبال

جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا لاہور تحریر فرماتے ہیں :۔

"ڈراما بہت دلچسپ ہے ۔۔ مجھے یقین ہے، کہ لوگ اسے شوق سے پڑھیں گے ۔

ڈرامے کا نام نہایت موزوں ہے، جس کے لئے شرر صاحب کو خصوصیت سے داد دیتا ہوں"

طالب علم اقبال

پرانے زمانے میں لوگ اپنے بچوں کو پہلے دینی تعلیم دلواتے تھے، اس کے بعد سکول میں داخل کرواتے تھے چنانچہ علامہ اقبال نے بھی شروع میں دینی تعلیم حاصل کی۔ دینی تعلیم کے سلسلے میں انہوں نے عربی اور فارسی زبانیں پڑھیں اور ان زبانوں سے ان کا تعلق ہمیشہ قائم رہا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مڈل سکول کا امتحان اگرچہ اسکاچ مشن سکول سے دیا، مگر اختیاری مضامین کے طور پر عربی اور فارسی کو منتخب کیا کیونکہ وہ ان زبانوں کو ابتدا میں پڑھ چکے تھے۔ مولانا عبدالمجید سالک نے اپنی کتاب ذکر اقبال میں علامہ اقبال کی تعلیم کے بارے میں لکھا ہے:

"شیخ نور محمد نے مولانا میر حسن کے ارشاد پر اقبال کو اسکاچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ میں داخل کروا دیا۔ اقبال اس سے قبل بھی ابتدائی دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور سکول میں داخل ہونے کے بعد بھی مولانا سے برابر پڑھتے رہے۔ کبھی کبھی دینیات کے درس کے لیے مولانا غلام حسن کے ہاں بھی چلے جایا کرتے تھے۔ مولانا ابراہیم سیالکوٹی کا بیان ہے کہ اقبال نے غالباً ۱۸۸۷ء میں پرائمری، ۱۸۹۰ء میں مڈل اور ۱۸۹۲ء میں انٹرنس پاس کیا، تینوں امتحانوں میں انہوں نے

وظیفہ حاصل کیا۔ سید ذکی شاہ کی روایت ہے کہ اقبال نے انٹرنس ۱۸۹۳ء میں پاس کیا، جبکہ ان کی عمر بیس سال تھی۔ ہمارے نزدیک یہ روایت زیادہ صحیح ہے"۔[۱]

اس زمانے میں امتحانات کے نتائج بھی پنجاب گزٹ میں شائع ہوتے تھے چنانچہ علامہ اقبال کے امتحانات کے نتائج پنجاب گزٹ میں محفوظ ہیں۔ اس لیے امتحان پاس کرنے کے درست سنین کا تعین ممکن ہے۔ ڈاکٹر سلطان محمود حسین نے اقبال ریویو جولائی ۱۹۸۳ء میں "اقبال کی پہلی جماعت کا نتیجہ" کے عنوان سے مضمون لکھا ہے۔ اس میں انہوں نے بتایا ہے کہ انہیں علامہ کے پہلی جماعت کے امتحان کا نتیجہ دستیاب ہوا ہے۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ علامہ ۱۸۸۴ء میں پہلی جماعت میں داخل ہوئے لیکن انہوں نے جو رپورٹ نقل کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کچی اور پکی جماعت کا نتیجہ ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون سے طلبا کچی میں تھے اور کون سے پکی میں۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ علامہ اقبال نے پکی کا امتحان پاس کیا تھا تو وہ سکول میں ۱۸۸۴ء میں نہیں بلکہ ۱۸۸۳ء میں کچی میں داخل ہوئے ہوں گے۔ اور اگر امتحان پاس کرنے والا اقبال کچی کا امتحان پاس کر رہا ہے تو اس نے ایک بار ایک سال میں ایک نہیں بلکہ دو بار ایک سال میں دو دو جماعتیں پاس کی ہوں گی۔ اور پکی کا امتحان ۱۸۸۶ء میں پاس کیا ہوگا۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ جس اقبال کا اس رپورٹ میں ذکر ہے وہ کوئی اور اقبال ہو کیونکہ رپورٹ میں صرف نام ہیں، ولدیت درج نہیں ہے۔ اگر ڈاکٹر سلطان محمود حسین ۱۸۸۵ء سے قبل کی

---

[۱] ذکر اقبال از مولانا عبدالمجید سالک، ناشر بزم اقبال لاہور، ص ۱۴

تین چار سال کی رپورٹیں بھی دیکھتے کہ ان میں محمد اقبال کا نام ہے یا نہیں تو کچھ بات تیقن کے ساتھ کہی جا سکتی تھی۔ بہر حال علامہ نے اپر پرائمری یعنی پانچویں کا امتحان ۱۸۸۸ء میں پاس کیا تھا۔ اگر وہ ایک سال میں ایک جماعت پاس کریں تو انھیں ۱۸۸۴ء میں پکی کا امتحان پاس کرنا چاہیے تھا۔ علامہ اقبال کے زمانے میں مڈل کا امتحان بھی پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام ہوتا تھا۔ مڈل سکول کے امتحان کے لیے دو طرح کے امیدوار تھے۔ ورنیکلر اور اینگلو ورنیکلر۔ علامہ نے اینگلو ورنیکلر امیدوار کی حیثیت سے امتحان دیا۔ ان کا رول نمبر ۱۷۹۹ اور عمر پندرہ سال بتائی گئی ہے۔ انھوں نے امتحان میں ۵۷۹ نمبر حاصل کیے تھے۔ مڈل کے امتحان کے نتائج کو میرٹ کی بنیاد پر ترتیب نہیں دیا گیا ہے جیسا کہ میٹرک کے امتحان میں کیا گیا ہے مگر یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ علامہ اقبال سے بعض طالب علموں نے زیادہ نمبر حاصل کیے مثال کے طور پر بھگوان داس اور شیو بخش جو کہ ہندو طالب علم تھے نے بالترتیب ۶۲۷ اور ۶۲۹ نمبر حاصل کیے۔ علامہ نے لازمی مضامین کے علاوہ دو آپشنل مضمون عربی اور فارسی رکھے تھے۔ جبکہ سائنس بھی آپشنل مضمون کے طور پر رکھی جا سکتی تھی اور بعض طالب علموں نے سائنس کا مضمون لیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کا رجحان آرٹس کی طرف تھا۔ مڈل کا امتحان انھوں نے ۱۸۹۱ء میں پاس کیا۔ مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے ایک سال ہر امتحان میں کم لکھا ہے۔ انھوں نے پرائمری ۱۸۸۸ء میں اور میٹرک ۱۸۹۳ء میں پاس کیا تھا۔ مولانا سالک نے سید ذکی شاہ کی روایت سے اس وقت ان کی عمر بیس سال تحریر کی ہے۔ اگر ان کا سن پیدائش ۱۸۷۳ء تسلیم کیا جائے تو ان کی عمر بیس سال ہی بنتی

ے پنجاب گزٹ ۱۸۹۱ء حصہ سوم، ص ۲۴۷

PANJAB UNIVERSITY.

List of Passed Candidates for the Middle School Examination, 189[illegible].

ANGLO-VERNACULAR CANDIDATES.

(Names shown in *ITALICS* are of candidates in English only.)

HISSAR AND ROHTAK DISTRICTS.

HISSAR DISTRICT

BHIWANI M. B. SCHOOL

1	M. Qasim Beg	...	Muhammadan	17·9	560	Science and Euclid-Algebra
2	Bhagwan Das	...	Hindu	16·9	627	Sanskrit and Science
3	Sheo Bakhsh	...	Do.	14·9	629	Ditto
4	Md. Yaqub Khan	...	Muhammadan	18·9	552	Persian and Science

SCOTCH MISSION HIGH SCHOOL, SIALKOT

	1799	Mohammad Iqbal	...	Muhammadan	15	579	Arabic and Persian
	1800	Pardumman Das	...	Hindu	16	542	Sanskrit and Science
1155	1801	Bhola Nath			17		

DUPLICATE.

The University of the Panjab.

SESSION 1891

This is to certify that Mohammad Iqbal Student of the Sialkot Scotch Mission High School, Sialkot District, passed the Anglo-Vernacular Middle School Examination held in 1891.

He passed also in—
Arabic and
Persian

Senate Hall,
Lahore:
The 12th February 1907.

ASSISTANT REGISTRAR,
Panjab University.

ہے مگر حکومتِ پاکستان نے سرکاری طور پر ان کا سالِ پیدائش ۱۸۷۷ء قرار دیا ہے، اس طرح ان کی عمر میٹرک کے امتحان کے وقت سولہ سال ہوتی ہے جبکہ علامہ اقبال کے داخلہ فارم میں سترہ برس لکھی تھی۔ انھوں نے میٹرک میں انگریزی، حساب، حفظ صحت، فارسی اور عربی کے مضامین لے رکھے تھے۔ ان کے نمبر ۴۲۲ تھے اور انھوں نے پوری یونیورسٹی میں آٹھویں پوزیشن حاصل کی تھی، لہٰذا انھیں بارہ روپے ماہوار وظیفہ ملا تھا۔[۳] جبکہ اوّل آنے والے امیدوار کو سولہ روپے ماہوار کا ایک اور وظیفہ دیا جاتا تھا۔ علامہ نے مڈل اور پرائمری میں وظیفہ حاصل کیا یا نہیں، اس کا فی الحال کوئی ثبوت نہیں۔ علامہ اقبال نے ادھر میٹرک کا امتحان پاس کیا، ادھر ان کی شادی کریم بی بی سے کر دی گئی جن کے بطن سے دو بچے معراج بیگم اور آفتاب اقبال پیدا ہوئے۔

طاہر فاروقی نے سیرتِ اقبال میں سکول کے زمانہ کا ایک واقعہ لکھا ہے:

"اقبال کی عمر گیارہ بارہ سال تھی۔ ایک دن آپ کو سکول پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ استاد نے تاخیر کی وجہ دریافت کی، تو انھوں نے جواب دیا "اقبال دیر ہی سے آتا ہے"۔"[۴] یہ واقعہ خاصا مشہور ہے۔ اس وقت علامہ پرائمری میں پڑھتے ہوں گے۔

میٹرک کا امتحان پاس کر کے علامہ اقبال نے اسکاچ مشن کالج سیالکوٹ میں داخلہ لیا۔ اس زمانے میں اسکاچ مشن سکول کو کالج کا درجہ دے دیا

۳؎ ایضاً، ۱۹۸۳ء حصہ سوم، ص ۶۹۱

۴؎ سیرتِ اقبال از محمد طاہر فاروقی، قومی کتب خانہ، لاہور ۱۹۷۸ء ص ۲۹

گیا تھا۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے ان کی اس زمانہ کی تعلیم کے متعلق لکھا ہے:

"انٹرنس کا امتحان پاس کرنے کے بعد اقبال اسکاچ مشن کالج میں داخل ہوئے اس کالج کی تاسیس ۱۸۸۹ء میں ہو چکی تھی اقبال کی تعلیم کے زمانے میں یہ کالج گورنمنٹ سکول کی عمارت میں واقع تھا اور کالج کا تدریسی عملہ پانچ افراد پر مشتمل تھا، جن کے نام یہ ہیں: جان ڈبلیو ینگسن ڈی۔ ڈی (پرنسپل)، نرنجن داس بی۔ اے، ہرنام سنگھ بی۔ اے، پنڈت تیرتھ رام اور مولوی میر حسن شاہ۔ اس زمانے میں کالج میں یہ مضامین پڑھائے جاتے تھے: انگریزی، فلسفہ، ریاضی، سائنس، عربی، فارسی اور سنسکرت۔ اقبال نے انگریزی کے علاوہ اور کون کونسے مضامین لیے، اس بارے میں کچھ علم نہیں۔ کالج کے زمانے میں اقبال کیسے طالب علم تھے؟ اس سلسلے میں کوئی دستاویزی ثبوت بھی موجود نہیں البتہ شواہد ان کی ذہانت اور قابلیت کے غماز ہیں۔ اول یہ کہ انٹرنس کا امتیاز کے ساتھ امتحان پاس کیا تھا، وظیفہ بھی حاصل کیا اور تمغہ بھی ظاہر ہے یہی رنگ ایف۔ اے میں بھی رہا ہوگا۔" ؎۵

ڈاکٹر صاحب کے اس بیان میں بعض باتیں اصلاح طلب ہیں۔ علامہ اقبال نے میٹرک کے امتحان میں وظیفہ حاصل کیا تھا مگر انھیں تمغہ نہیں ملا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے کہ انھیں علم نہیں کہ علامہ اقبال کے ایف اے

؎۵ سرگذشتِ اقبال از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، اقبال اکادمی، پاکستان، لاہور، ص ۱۸،۱۷

PANJAB UNIVERSITY.

NOTIFICATION.

THE following candidates have passed the Entrance (Arts Faculty) Examination of 1893. The names are given in order of merit.

Merit No.	Roll No.	Names of candidates.	Race or creed.	Age.	Total number of marks obtained.	Institution.	Subjects in which candidates passed.
		First Division.					
7	730	[illegible]					
8	880	Shaikh Mohammed Iqbal* ...	Muhammadan	17	424	Sc. Mission H. School, Sialkot	E., M., Hg., P., A.
9	263	Barkat Ali† ...	Do. ...	19-2	421	M. B. High School, Jullundur ...	E., M., Hg., P., A.
10	5	Kanhiya Lall† ...	Hindu ...	17-8	419	Rewari M. B. High School ...	E., M., Hg., P., S.

* Entitled to Government Scholarship of Rs. 12 per mensem and Nabha-Jhind Scholarship of Rs. 16 per mensem.

† Each entitled to a Government Scholarship of Rs. 12 per mensem.

۱۸۰

The University of the Panjab.

FACULTY OF ARTS.

SESSION 1893.

This is to certify that *Shaikh Mohammed Iqbal*, son of *Noor Mohammed* and a student of the *Sc. Mission H. School, Sialkot* has passed, in the *First* Division, the Entrance Examination of the Panjab University held in March, 189[illegible]

Passed also in *the* Optional Subject:

Arabic.

SENATE HALL,
LAHORE:
The *25th May* 1893

[signature]

REGISTRAR,
Panjab University.

The following candidates have passed the Intermediate (Arts Faculty) Examination for 1895. The names of the candidates who have passed in the 1st and 2nd Divisions are given in order of merit, and those of the 3rd Division according to Roll Numbers :—

Merit No.	Roll No.	Names of candidates.	Race or creed.	Age.	Total number of marks obtained.	Institution.	Subjects in which candidates passed.
		First Division.					
1	250	Shadi Ram* ...	Hindu ...	19	423	Government College, Lahore ...	E., M., S., Ch.
2	247	M. N. Mukerjee* .	Do. ...	15·6	411	Ditto ...	E., M., S., Ch.
3	223	Ahmad Yar, Assar* ...	Muhammadan...	20	373	Forman College, Lahore ...	E., M., A., Ch.
4	252	Shiva Das, Budhiraja† ...	Hindu ...	19·6	372	Government College, Lahore ...	E., M., S., Ch.
5	258	Barkat Ali Khan† ...	Muhammadan...	19	366	Ditto ...	E., M., A., Ch.
6	231	Pandit Jes Mal, Trikha† ...	Hindu ...	21	360	Forman College, Lahore ...	E., M., P., Ch.
7	363	Gopal Singh† ...	Do. ...	17	356	M. B. College, Amritsar ...	E., M., P., Ph.
8	155	Rikhi Ram‡ ...	Do. ...	18	350	D. A. V. College, Lahore ...	E., M., P., Ph.

* Each entitled to a Government Scholarship of Rs. 16 per mensem.
† Each entitled to a University Scholarship of Rs. 16 per mensem.
‡ Entitled to Prince Albert Victor Patiala Scholarship of Rs. 10 per mensem.
§ Entitled to Albert Victor Scholarship of Rs. 10 per mensem and Ram Rattan Sanskrit Scholarship of Rs. 14 per mensem.

Second Division—continued.

Merit No.	Roll No.	Names of candidates.	Race or creed.	Age.	Total number of marks obtained.	Institution.	Subjects in which candidates passed.
67	79	Raghu Nath Sahai, Sabarwal.	Do. ...	18	278	D. A. V. College, Lahore ...	E., M., P., Ch.
	91	Malik Raghu Nath Rai ...	Do. ...	18	278	Ditto ...	E., M., P., Ch.
	159	Sarmukh Singh ...	Sikh ...	19	273	Ditto ...	E., M., P., Ph.
	165	Pandit Rajindra Prasad ...	Hindu ...	17	278	Ditto ...	E., M., P., Ph.
	218	Narindra Natha, Mittra ...	Do. ...	20	278	Forman College, Lahore ...	E., M., S., Ch.
	282	Malik Mul Chand, (Kapur)	Do. ...	17.6	278	Government College, Lahore ...	E., M., P., Ch.
73	119	Diwan Chand, Mehra ...	Do. ...	19	277	D. A. V. College, Lahore ...	E., M., P., Ph.
74	273	Harnam Das ...	Do.	15	276	Government College, Lahore ...	E., M., P., Ch.
	2?6	Amar Singh ...	Sikh ...	17.9	276	Ditto ...	E., M., P., Ch.
	383	S. Muhammad Iqbal ...	Muhammadan...	19	276	Scotch Mission College, Sialkot	E., M., A., Ph.
77	275	Sundar Lal ...	Hindu ...	25	275	Government College, Lahore ...	E., M., P., Ch.
78	209	Jagan Nath ...	Do. ...	16	274	Ditto ...	E., M., P., Ch.
	436	Mufti Muhammad Sadiq	Muhammadan...	23.1	273	Private Student, Jummoo ...	E., M., P., A.
80	94	Sundar Singh ...	Sikh ...	20	270	D. A. V. College, Lahore ...	E., M., P., Ch.
	292	Barkat Ram, Khosla ...	Hindu ...	18.6	270	Government College, Lahore ...	E., M., P., Ch.
82	351	Wazir Singh ...	Do. ...	19	269	Private Student, Lahore ...	E., M., P., Ch.
83	415	Mul Chand ...	Do. ...	20.8	268	Private Student, Dera Ghazi Khan.	E., M., P., Ch.

DUPLICATE.

The University of the Panjab.

FACULTY OF ARTS.

SESSION 1895

This is to certify that S. Muhammad Iqbal son of S. Noor Mohammed and a student of the Sialkot Scotch Mission College passed in the Second Division, the Intermediate Examination of the Panjab University held in 1895.

Senate Hall,
Lahore:
The 12th February 1907

Registrar,
Panjab University.

میں انگریزی کے علاوہ کون سے مضامین تھے جب کہ پنجاب گزٹ میں نتیجے کے اعلان کے ساتھ مضامین بھی درج ہیں۔ چنانچہ گزٹ سے پتہ چلتا ہے کہ ایف۔اے میں ان کے مضامین انگریزی، حساب، عربی اور فلسفہ تھے۔ انھوں نے ایف۔اے کا امتحان ۱۸۹۵ء میں درجہ دوم میں پاس کیا۔ بارہ دوسرے طالب علموں نے درجہ اول حاصل کیا۔ علامہ اقبال کی چوہترویں (۷۴) پوزیشن تھی اور انھوں نے ۲۷۶ نمبر حاصل کیے تھے۔ ان کا رول نمبر ۳۸۳ تھا۔ ان کے علاوہ ہرنام داس اور رام سنگھ نے بھی ۲۷۶ نمبر حاصل کیے تھے[۶]۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا یہ قیاس درست نہیں کہ میٹرک والا رنگ ایف۔اے میں بھی قائم رہا ہوگا۔

علامہ اقبال نے شعر گوئی کا آغاز سکول کے زمانے ہی میں کر دیا تھا۔ ان کی ایک غزل بقول پروفیسر حمید احمد خاں "زبان دہلی" کے نومبر ۱۸۹۳ء کے شمارہ میں شائع ہوئی تھی[۷]۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ علامہ نے اس سے پہلے شعر کہنے شروع کر دیے تھے۔ سر عبدالقادر اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

"ابھی سکول ہی میں پڑھتے تھے کہ کلام موزوں زبان سے نکلنے لگا۔ پنجاب میں اردو کا رواج اس قدر ہو گیا تھا کہ ہر شہر میں زبان دانی اور شعر و شاعری کا چرچا کم و بیش موجود تھا۔ سیالکوٹ میں بھی شیخ محمد اقبال کی طالب علمی کے دنوں میں ایک چھوٹا سا مشاعرہ ہوتا تھا۔ اس کے لیے اقبال نے کبھی کبھی غزل لکھنی شروع کر دی۔ شعرائے اردو میں ان دنوں

---

[۶] پنجاب گزٹ ۱۸۹۵ء جلد سوم ص ۹۴۷، ۹۴۸

[۷] بحوالہ زندہ رود — حیاتِ اقبال کا تشکیلی دور، لاہور ۱۹۷۹ء ص ۶۹

نواب مرزا داغ دہلوی کا بہت شہرہ تھا۔۔۔۔۔ شیخ محمد اقبال نے بھی انھیں خط لکھا اور چند غزلیں اصلاح کے لیے بھیجیں۔ اس طرح اقبال کو اردو زبان دانی کے لیے بھی ایسے استاد سے نسبت پیدا ہوئی جو اپنے وقت میں زبان کی خوبی کے لحاظ سے فنِ غزل میں یکتا سمجھا جاتا تھا۔"[۸]

ایف، اے پاس کرنے کے بعد علامہ اقبال لاہور آگئے اور گورنمنٹ کالج میں داخلہ لیا۔ سید نذیر نیازی نے اپنی کتاب "دانائے راز" میں لکھا ہے کہ جب اقبال گورنمنٹ کالج میں آئے اس وقت مولانا محمد حسین آزاد کالج میں استاد تھے[۹] یہ درست نہیں۔ جب علامہ لاہور آئے اس وقت آزاد ریٹائر ہو چکے تھے۔ گورنمنٹ کالج میں بی، اے میں وہ انگریزی، عربی اور فلسفہ پڑھتے تھے۔ انھوں نے ۱۸۹۷ء میں بی۔ اے کا امتحان درجہ دوم میں پاس کیا۔ درجہ اول صرف چار امیدواروں نے حاصل کیا۔ علامہ اقبال اور اگروال مدن گوپال دونوں نے ۲۶۰ نمبر حاصل کرکے گیارھویں پوزیشن حاصل کی۔ گزٹ میں ان کی عمر غلطی سے ۱۹ برس لکھی گئی ہے جو کہ ۲۱ برس ہونی چاہیے تھی۔ اس امتحان میں علامہ نے وظیفہ حاصل نہیں کیا مگر عربی میں اول آنے پر ایف۔ ایس جمال الدین میڈل حاصل کیا۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن چغتائی اپنے مضمون علامہ اقبال کا گورنمنٹ کالج سے تعلق میں لکھتے ہیں:

---

[۸] مقدمہ، بانگِ درا از شیخ عبدالقادر ص و، ز

[۹] دانائے راز، سید نذیر نیازی۔ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور۔ ۱۹۶۹ء ص ۱۱۳

Registered No. L. 884.

The Government Gazette

PUNJAB AND ITS DEPENDENCIES.

Published by Authority.

LAHORE, FRIDAY, MARCH 26, 1920.

PART III.

Notifications by the High Court, Financial Commissioners, Accountant-General, &c.

HIGH COURT OF JUDICATURE AT LAHORE.

NOTIFICATIONS.

The 18th March 1920.

No. 183-G.—It is hereby notified that Sardar Kapur Singh, son of Sardar Dewan Singh, has been duly admitted and enrolled by the High Court of Judicature at Lahore as an Advocate and has been duly entered in the Court's Register of Advocates.

No. 184-G.—It is hereby notified that Mr. W. M. St. Leonard Saunders has been duly admitted and enrolled by the High Court of Judicature at Lahore as an Advocate and has been duly entered in the Court's Register of Advocates.

No. 185-G.—It is hereby notified that Mr. Jonathan Connaught Vaughan has been duly admitted and enrolled by the High Court of Judicature at Lahore as an Advocate and has been duly entered in the Court's Register of Advocates.

No. 186-G.—It is hereby notified that Mr. Har Dyal, son of Lala Hiru Ram, has been duly admitted and enrolled by the High Court of Judicature at Lahore as an Advocate and has been duly entered in the Court's Register of Advocates.

No. 187-G.—It is hereby notified that Mr. Muhammad Iqbal, son of Sh. Mir Muhammad, has been duly admitted and enrolled by the High Court of Judicature at Lahore as an Advocate and has been duly entered in the Court's Register of Advocates.

2740 PGG

The following candidates have passed the Examination for the Degree of Bachelor of Arts for 1897. The names are given in order of merit:—

Merit No.	Roll No.	Names of Candidates.	Race or creed.	Age.	Total number of marks obtained.	Institution.	Subjects in which candidates passed.
				First Division.			
1	156	Gopal Singh Chawla* ...	Hindu ...	19	366	Government College, Lahore ...	E., M. (P.), M. (A).
2	182	Manmatha Nath Mukerjee†	Do. ...	17·6	316	Ditto ...	E., M. (A.), Phy.
3	90	Barkat Ali Khan† ...	Muhammadan...	21 ...	308	Forman Christian College, Lahore.	E., M. (A.), M. (P.).
4	159	Morari Lal Khosla† ...	Hindu ...	18 ...	294	Government College, Lahore ...	E., M. (A.), M. (P.).

* Entitled to Government Scholarship of Rs. 25 per mensem and Fuller Exhibition of Rs. 30-10-0 per mensem

† Each entitled to University Scholarship of Rs. 25 per mensem.

Second Division.

Merit No.	Roll No.	Names of Candidates.	Race or creed.	Age.	Total number of marks obtained.	Institution.	Subjects in which candidates passed.
5	93	Ahmad Yar Khan* ...	Muhammadan	21·3	289	Forman Christian College, Lahore.	E., M. (A.), Phy.
6	33	Hari Chand Ichhponiani*	Hindu ...	20·9	266	D. A. V. College, Lahore	E., M. (A.), M. (P.).
7	174	Hakim Singh ...	Sikh ...	23	263	Government College, Lahore ...	E., Phy., M. (A.).
	171	Shiva Das Budhiraja ...	Hindu ...	21	262	Ditto ...	E., S., Phy.
8	18:	Shashbhukhan ...	Do. ...	18	262	Ditto ...	E., M. (A.), Phy.
	191	Jaswant Rai Taneja ...	Do. ...	18·6	262	Ditto ...	E., Ch., Ph.
11	194	Agarwala Madangopal K....	Do. ...	21	260	Ditto ...	E., Phy., Ph.
	196	Sheikh Muhammad Iqbal...	Muhammadan...	19	260	Ditto ...	E., A., Ph.
13	184	Shadi Ram ...	Hindu ...	20·4	257	Ditto ...	E., M. (A.), Phy.
14	36	Pandit Jes Mal Trikha ...	Do. ...	23	254	D. A. V. College, Lahore ...	E., M. (A.), Ch.
	165	Sundar Lal ...	Do. ...	21·9	254	Government College, Lahore ...	E., Phy., Ch.
16	234	Wadhawa Mal Bhabra ...	Do. ...	21	252	Private Student, Lahore ...	E., Phy., Ch.
17	163	Shamair Chand ...	Do. ...	19	251	Government College, Lahore ...	E., Phy., Ch.
18	28	Devi Ditta Mal Nijhawan	Do. ...	22	248	D. A. V. College, Lahore ...	E., M. (A.), M. (P.).
19	117	Muhammad Hasan ...	Muhammadan...	21·2	247	Forman Christian College, Lahore.	E., A., P.

* Each entitled to Prince Albert-Victor Patiala Scholarship of Rs. 18 per mensem.

† Entitled to Aitchison-Ram Rattan Sanskrit Scholarship of Rs. 24 per mensem.

"۱۸۹۷ء میں انھوں نے بی۔اے کا امتحان امتیاز سے پاس کیا تو ان کو عربی اور انگریزی میں اول آنے پر طلائی تمغے بطور انعام ملے[۱۰]

علامہ اقبال انگریزی میں اوّل نہیں آئے۔ یہ امتیاز اس کالج کے ایک اور طالب علم گوپال سنگھ چاولہ کو حاصل ہوا تھا جنھوں نے پٹیالہ سائم گولڈ میڈل حاصل کیا[۱۱] علامہ اقبال کو ایک اور تمغہ ملا تھا اور وہ خلیفہ محمد حسن ایچی سن میڈل تھا۔ یہ ان طالب علموں کو دیا جاتا تھا جو بی۔اے میں انگریزی اور عربی کے مضامین رکھنے والے طلبا میں اول آئے ہوں۔ علامہ اقبال کو بی۔اے کی ڈگری اور یہ تمغے اس جلسہ تقسیم اسناد میں دیئے گئے جو ۴ جنوری ۱۸۹۸ء کو گورنمنٹ کالج لاہور کے ہال میں منعقد ہوا۔ گورنر نے اسناد تقسیم کیں۔ اس وقت سر سی۔ اے رو پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے[۱۲] ۱۸۹۹ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے انھوں نے ایم۔اے فلسفہ کا امتحان تیسرے درجہ میں پاس کیا۔ اس وقت ایم۔اے ایک سال کا ہوتا تھا۔ اس لیے یہ نتیجہ نکالنا درست معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ۱۸۹۸ء میں یا تو امتحان ہی نہیں دیا یا ناکام ہو گئے ہوں گے۔ ۱۸۹۸ء میں انھوں نے قانون کا امتحان بھی دیا تھا جس میں وہ ناکام ہو گئے تھے[۱۳] لہٰذا عین ممکن ہے کہ انھوں نے اس کی تیاری کی ہو اور ایم۔اے کا امتحان نہ دیا ہو۔ بہر حال ۱۸۹۹ء میں وہ واحد امیدوار تھے، جنھوں نے ایم۔اے فلسفہ

---

[۱۰] علامہ اقبال کا گورنمنٹ کالج سے تعلق (مطبوعہ راوی، اقبال نمبر ۱۹۷۴ء ص ۱۴۳)

[۱۱] پنجاب گزٹ ۱۸۹۸ء حصہ سوم ص ۷۵۴

[۱۲] ایضاً ص ۵۲۴

[۱۳] لیٹرز آف اقبال، مرتبہ: بشیر احمد ڈار۔ ناشر: اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۸۶

THE UNIVERSITY OF THE PANJAB.

ARTS.

SESSION 1897.

This is to certify that Shaikh Muhammad Iqbal

son of Shaikh Noor Muhammad

of the Government College, Lahore

has obtained the Degree of BACHELOR OF ARTS in this University at the Examination in the year 1897, and that he was placed in the Second Division.

Registrar.

Countersigned

Chancellor
of the University of the Panjab.

REGISTRAR'S OFFICE,
LAHORE:
The 4th ... 189

PUNJAB GOVT PATENT PRESS LAHORE

THE UNIVERSITY OF THE PANJAB.

ARTS

SESSION 1899.

This is to certify that Mohammad Iqbal, B.A.

son of Sh. Noor Mohammad of the Government College, Lahore

has obtained the Degree of MASTER OF ARTS in this University at the Examination in the year 1899 and that he was placed in the Class,

the Subject of Examination being Philosophy.

A. W. Stratton
Registrar.

Countersigned.

W. M. Young
Chancellor
of the University of the Panjab.

REGISTRAR'S OFFICE,
LAHORE:
The 4th January 1899

PUNJAB [illegible] PRESS, LAHORE.

APPENDIX I.

List of Graduates for the year 1899.

IN THE ORIENTAL FACULTY.

(ORDINARY DEGREE.)

BACHELOR OF ORIENTAL LEARNING.

Third Division.

Mohammad Abdul Halim	...	...	Oriental College, Lahore.
Ghulam Jilani	...	...	Private Student, Jullundur.

IN THE ARTS FACULTY.

(ORDINARY DEGREE.)

MASTER OF ARTS.

English.

II Class.

Joel Waiz Lall, B. A.	...	...	St. Stephen's College, Delhi.

III Class.

Amrat Singh, B. A.	...	...	St. Stephen's College, Delhi.
Morari Lall Khosla, B. A.	...	...	Government College, Lahore.
Peter Ponsonby, B. A.	...	...	Private Student Jullundur.
Ram Lal Kaistha, B. A.	...	...	Government College, Lahore.

Sanskrit.

III Class.

Uday Chandra, B. A.	...	...	Oriental College, Lahore.

Arabic.

III Class.

Qaim Din, B. A.	...	...	Private Student, Sialkot.

Mathematics

III Class.

Gopal Singh Chowla, B. A.	...	...	Government College, Lahore.

Philosophy.

III Class.

Mohammad Iqbal, B. A.	...	...	Government College, Lahore.

Physics.

II Class.

Manmatha Nath Mukerjee, B. A.	...	Government College, Lahore.

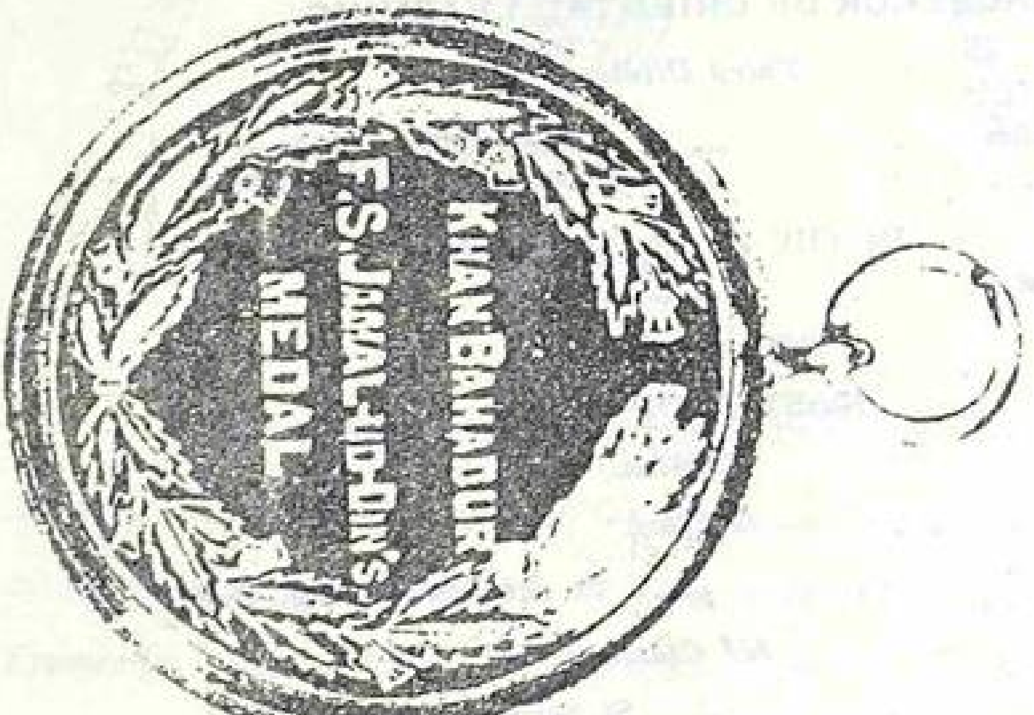
KHAN BAHADUR
F.S. JAMAL-UD-DIN'S
MEDAL

UNIVERSITY OF THE PANJAB
AWARDED TO
S. MUHAMMAD IQBAL
B.A.
IN
ARABIC
1897

KHAN BAHADUR
SHAIKH NANAK BUKSH
MEDAL

OF THE
PUNJAB
AWARDED
MUHAMMAD IQBAL
1899

کا امتحان پاس کیا لہٰذا وہ پنجاب یونیورسٹی میں اول آئے اور خان بہادر شیخ نانک بخش میڈل کے حقدار قرار پائے۔ یہ تمغہ انھیں ۴ جنوری ۱۹۰۰ء کو گورنمنٹ کالج لاہور کے ہال میں منعقدہ کانووکیشن میں دیا گیا اس وقت مسٹر جی گارڈن واکر وائس چانسلر تھے۔[۱۳] انھوں نے قانون کے ابتدائی امتحان کے لیے جو دسمبر ۱۹۰۰ء میں منعقدہ ہونا تھا ہائی کورٹ سے اجازت طلب کی تھی۔[۱۴] یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انھوں نے امتحان دیا یا نہیں۔

گورنمنٹ کالج میں علامہ اقبال کواڈرینگل جو اب اقبال ہوسٹل کہلاتا ہے میں رہتے تھے، جہاں دوستوں کے ساتھ ان کی محفل جمتی تھی، اور شعر گوئی کا بازار خوب چمکتا تھا اور کون جانتا تھا کہ یہ شخص آئندہ چل کر شاعرِ مشرق اور تصور پاکستان کا خالق کہلائے گا۔ لاہور میں انھوں نے مشاعروں میں بھی شرکت کی۔ ابھی وہ بی۔ اے کے پہلے سال میں ہی تھے کہ انھوں نے حکیم امین الدین کے مکان پر مجلس مشاعرہ میں شرکت کی اور اپنی وہ غزل پڑھی جس کا یہ شعر بہت مشہور ہے ؎

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

اس مشاعرے میں ارشد گورگانی بھی تھے جنھوں نے اس شعر کی دل کھول کر داد دی۔

۱۸۹۹ء میں ہی علامہ اقبال اورینٹل کالج لاہور میں میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر مقرر ہوئے اور بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور میں بہ حیثیت اسسٹنٹ پروفیسر آ گئے جہاں سے وہ ۱۹۰۵ء میں مزید تعلیم کے حصول کے لیے یورپ روانہ ہو گئے لندن میں وہ کیمبرج یونیورسٹی کے ٹرینٹی کالج میں داخل ہوئے اور یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء

۱۳؎ پنجاب گزٹ ۱۹۰۰ء حصہ سوم ص ۸۶۳
۱۴؎ لیٹرز آف اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار ص ۶۶

کو کالج کی کتاب داخلہ (۱۸۰۲ء — ۱۹۱۳ء) میں اپنے کوائف درج کیے اور دستخط کیے۔[۱۵] ان کوائف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیمبرج میں علامہ اقبال کی رہائش ۱۷ پرتگال پیلیس کیمبرج میں تھی۔

علامہ اقبال نے اس رجسٹر میں اپنی تاریخ پیدائش محرم ۱۸۷۶ء درج کی ہے۔[۱۶] علامہ اقبال کی تاریخ پیدائش ۹ نومبر ۱۸۷۷ء طے کرتے ہوئے اس بات کو مدنظر رکھا گیا تھا کہ علامہ اقبال نے اپنے پی ایچ۔ڈی کے مقالہ میں تاریخ پیدائش ۲ ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۶ء لکھی ہے۔ تاریخ پیدائش کا تعین کرتے ہوئے ہجری سن کو ترجیح دی گئی تھی مگر اب یہ عجیب بات سامنے آئی ہے کہ علامہ نے اپنے قلم سے محرم کا مہینہ اور ۱۸۷۶ء کا سن لکھا ہے۔ دراصل علامہ اقبال ہر جگہ اپنا سن پیدائش ۱۸۷۶ء ہی لکھتے رہے کیونکہ ان کے سکول میں داخلے کے وقت ۱۸۷۶ء کا سن لکھوایا گیا تھا انھوں نے مڈل کا امتحان ۱۸۹۱ء میں پاس کیا۔ نتائج کے اعلان نامہ میں ان کی عمر پندرہ برس لکھی ہے جس سے ۱۸۷۶ء سن پیدائش قرار پاتا ہے مگر خالد نذیر صوفی نے اپنی کتاب 'اقبال درون خانہ' میں میونسپل کمیٹی سیالکوٹ کا ریکارڈ دیکھ کر بتایا ہے کہ ۲۲ نومبر ۱۸۷۳ء کو ایک لڑکا شیخ نور محمد کے ہاں پیدا ہوا جو فوت ہو گیا۔ بعد ازاں ۲۹ دسمبر ۱۸۷۳ء کو بھی ایک بچہ پیدا ہوا جو علامہ اقبال کی ذات ہے۔[۱۷] .... لیکن ان کے اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے والدین کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔[۱۸]

۱۵؎ اقبال یورپ میں، از سعید اختر درانی۔ اقبال اکادمی، لاہور ص ۳۶

۱۶؎ ایضاً ص ۲۳۳

۱۷؎ "اقبال درون خانہ" از خالد نظیر صوفی۔ ناشر بزم اقبال لاہور ص ۱۵۵

۱۸؎ اقبال یورپ میں ص ۲۳۳

علامہ اقبال نے ٹرنٹی کالج کے رجسٹر داخلہ میں اپنے والد کا نام اس طرح لکھا ہے کہ وہ نور محمد کی بجائے میر محمد بھی پڑھا جا سکتا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کے والد کا نام لنکنز ان کے رجسٹر داخلہ میں میر محمد لکھا گیا ہے جب علامہ اقبال بار ایٹ لاء کا امتحان پاس کر کے واپس آئے اور ان کا بہ حیثیت ایڈووکیٹ ہائی کورٹ میں درج کیا گیا تو اعلان نامہ میں ان کے والد کا نام میر محمد ہی لکھا گیا ہے۔ بعد میں جب چیف کورٹ ہائی کورٹ کہلائی تو دوبارہ اعلان نامہ جاری ہوا اس میں بھی یہی نام ہے[19] جب میں نے پہلی بار یہ اعلان نامہ دیکھا تو تعجب ہوا کہ علامہ نے والد کا نام درست کروانے کی کوشش کیوں نہیں کی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ لنکنز ان سے حاصل کردہ ان کی ڈگری پر بھی والد کا نام میر محمد ہی لکھا گیا ہے۔ اس ڈگری پر انگریزی میں Second Son of Shaikh Mir Muhammad of Sialkot لکھا ہے۔ اس پر یہ بھی لکھا ہے کہ وہ مؤرخہ ۶-۱۱-۱۹۰۵ کو داخل ہوئے اور ۱۹۰۸-۷-۳ تک لنکنز ان میں رہے۔ اسی طرح وکلاء کی جو فہرست شائع کی جاتی تھی اس میں بھی یہی نام درج ہوتا رہا۔ ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ عطیہ فیضی نے ایک خط میں علامہ اقبال سے میر محمد کے بارے میں پوچھا تو وہ جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"میں آپ کو نہیں بتا سکتا کہ مسٹر میر محمد کون ہیں۔ غالباً آپ ان کو نہیں جانتیں لیکن آپ ان کی بیوی سے واقف ہیں اور مجھے امید ہے کہ اب آپ انھیں پہچاننے کے قابل ہو جائیں گی!"[20]

---

[19] پنجاب گزٹ ۲۶ مارچ ۱۹۲۰ء

[20] اقبال از عطیہ، ناشر: اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ص ۱۵۱

نہ معلوم کیوں علامہ اقبال نے عطیہ کو واضح طور پر نہیں بتا دیا کہ ان کے والد کا نام غلطی سے میر محمد لکھا گیا تھا۔

علامہ اقبال یہاں سے بار ایٹ لاء کی ڈگری لینے گئے تھے مگر وہاں پہلے یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ٹرینٹی کالج کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہوئے اور بعد ازاں ۶ نومبر ۱۹۰۵ء کو یعنی ایک ماہ پانچ دن بعد آٹھ پونڈ بارہ شلنگ اور نو پنس ادا کر کے لنکنز ان میں داخل ہوئے۔ لنکنز ان کے رجسٹر داخلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ محمد اقبال از ٹرینٹی کالج کیمبرج جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ٹرینٹی کالج کیمبرج کے ایک طالب علم کی حیثیت میں لنکنز ان میں داخل ہوئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ٹرینٹی کالج میں داخل کیوں ہوئے اور انہیں سندِ تحقیق حاصل کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ سعید اختر درانی لکھتے ہیں "علامہ اقبال نے ٹرینٹی کالج میں مختلف مضامین پڑھ کر بی۔ اے کی ڈگری نہیں لی بلکہ انہوں نے ایک تحقیقی مقالہ[۲۱] لکھ کر ڈگری حاصل کی۔ ٹرینٹی کالج میں ان کے ٹیوٹر ایڈم سیج وک تھے جو کیمبرج یونیورسٹی میں علم حیوانات کے پروفیسر تھے[۲۲]۔" اسی طرح ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں کہ اقبال نے کیمبرج سے بی۔ اے کی ڈگری لی اور وہ جون ۱۹۰۷ء تک کیمبرج میں رہے[۲۳]۔ یہ درست نہیں ہے! انہوں نے کیمبرج سے بی۔ اے کی ڈگری نہیں بلکہ سندِ تحقیق لی تھی۔ علامہ اقبال نے ۷ مارچ ۱۹۰۷ء کو یونیورسٹی میں تحقیقی مقالہ پیش کیا جس پر انہیں ۲۳ مئی ۱۹۰۷ء کو سندِ تحقیق عطا کی گئی۔ دوسری طرف انہوں نے یکم جولائی ۱۹۰۸ء کو لنکنز ان سے بار ایٹ لاء کی ڈگری لی۔

علامہ اقبال نے بی۔ اے کی ڈگری کے لیے جو مقالہ کیمبرج یونیورسٹی میں پیش کیا تھا۔ اس میں معمولی ترامیم کے بعد اسے میونخ یونیورسٹی میں ۴ نومبر

---

۲۱ Development of Metaphysics in Persia

۲۲ اقبال یورپ میں ص ۳۶-۳۸

۲۳ زندہ رود (حیاتِ اقبال کا تسلسل) لاہور ص ۱۱۳، ۱۱۷

Certificate of standing &c

Lincoln's Inn. These are to Certify That Sheikh Muhammad Iqbal of Trinity Coll. Cambridge, the Second Son of Sheikh Nur Muhammad of Sealkot, Punjab, India, Gentleman,

was admitted into the Honourable Society of this Inn on the Sixth day of November One thousand nine hundred and five — and was called to the Degree of an Utter Barrister on the First day of July One thousand nine hundred and eight — hath paid all Dues and Duties to the Society, and that his deportment therein hath been proper.

In Testimony whereof I have hereunto set my hand and the Seal of the said Society this Sixth day of July in the year of our Lord One thousand nine hundred and eight.

Witness

[illegible]
Steward.

Cecil Henry Russell
Treasurer

"اقبال کو میونک زیادہ پسند ہے۔ شام کو ہم پروفیسر میبرین کے مکان پر گئے۔ ان کی بیٹی بہت قابل اور بہت زیادہ حسین اقبال کی پروفیسر رہ چکی ہیں۔ اس نے اقبال کو جرمن زبان اور دقیق کتابیں پڑھائی ہیں"۔

لندن میں علامہ اقبال جس مکان میں رہتے تھے وہ ایک جرمن خاتون مس شعولی کے زیرِ انتظام تھا۔ ممکن ہے وہ اس سے بھی جرمن زبان سیکھنے میں مدد لیتے ہوں اور اسی لیے یہ مکان بھی رہائش کے لیے منتخب کیا ہو۔ بہر حال جب علامہ اقبال لندن سے ہائیڈل برگ روانہ ہوئے اس وقت وہ جرمن زبان سیکھ چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے وہاں سے مس عطیہ کو جرمن میں لکھا ہوا خط بھیجا[۲۷]۔ وہ آگے چل کر لکھتی ہیں کہ:

"یہ دونوں جوان اور بے حد خوب صورت لڑکیاں ویگے ناست اور سینے شل ان کو برابر سبق دیتی ہیں اور اقبال ان ہی سے جرمن اور دقیق مضامین سیکھتے ہیں"۔[۲۸]

اسی طرح جناب ہوبوہم لکھتے ہیں کہ "مس ویگناسٹ ہائیڈل برگ کی شیر دمنزل میں اقبال کی جرمن زبان کی ٹیوٹر تھیں"۔

ویگے ناسٹ کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں معلوم ہوتا کہ وہ علامہ اقبال کو جرمن زبان سکھاتی ہوں گی کیونکہ وہ انگریزی زبان نہیں جانتی تھیں۔ علامہ اقبال اپنے خطوط میں انہیں بار بار لکھتے ہیں کہ وہ جرمن زبان

---

[۲۷] اقبال از عطیہ ص ۱۰۵

[۲۸] ایضاً ص ۱۰۷

سیکھ لیں[۲۹]۔ اس سوال کا یقینی جواب بھی موجود نہیں ہے کہ کیا واقعی مس ویگے ناست علامہ اقبال کی استانی تھیں؟ علامہ اقبال نے جو خطوط مس ویگے ناست کو لکھے ہیں ان سے تو یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ انہوں نے اپنے کسی خط میں بھی ویگے ناست کو اپنی پروفیسر نہیں لکھا۔ وہ اپنے خطوط میں ویگے ناست کے ساتھ سبق پڑھنے کا ذکر کرتے ہیں چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں[۳۰]:

"مجھے وہ وقت بخوبی یاد ہے جب میں نے گوئٹے کی شاعری آپ کے ساتھ پڑھی"۔

یہاں آپ سے پڑھی کی بجائے آپ کے ساتھ پڑھی کے الفاظ قابل غور ہیں۔ ایک اور خط میں زیادہ واضح الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"آج کل روز میں ہائنے کا مطالعہ کر رہا تھا اور مجھے وہ پُرمسرت دن یاد آ گئے جب ہائیڈل برگ میں محترمہ پروفیسر صاحبہ کے یہاں ہم دونوں اس کو ایک ساتھ پڑھا کرتے تھے"۔[۳۱]

اگر ویگے ناست ان کی پروفیسر ہوتی تو وہ اس کے پاس جا کر پڑھتے نہ کہ دونوں پروفیسر صاحبہ کے ہاں جا کر ہائنے پڑھتے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ چونکہ ویگے ناست جرمن تھی اس لیے وہ جرمن شعرا کو بہتر سمجھ سکتی ہوگی اور علامہ اقبال کو بھی بعض چیزیں سمجھا دیتی ہوگی چنانچہ ایک خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

۲۹؎ اقبال یورپ میں ص ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۸ (خط نمبر ۵، ۶، ۸)

۳۰؎ ایضاً ص ۱۳۰

۳۱؎ ایضاً ص ۱۳۱

№9

SUB AUSPICIIS GLORIOSISSIMIS

AUGUSTISSIMI AC POTENTISSIMI DOMINI DOMINI ~~0100~~

8101

OTTONIS

BAVARIAE REGIS

COMITIS PALATINI AD RHENUM BAVARIAE FRANCONIAE ET IN SUEVIA DUCIS CET.

IN INCLYTA UNIVERSITATE LUDOVICO-MAXIMILIANEA MONACENSI

RECTORE MAGNIFICO

PLURIMUM REVERENDO AC DOCTISSIMO ET ILLUSTRISSIMO VIRO

MAXIMILIANO ENDRES

OECONOMIAE PUBLICAE DOCTORE POLITICAE ET HISTORIAE SILVATICAE PROFESSORE PUBLICO ORDINARIO CET.

PROMOTOR LEGITIME CONSTITUTUS

EXPERIENTISSIMUS ET SPECTATISSIMUS VIR

HERMANNUS WILHELMUS BREYMANN

PHILOSOPHIAE DOCTOR PHILOLOGIAE ROMANICAE AC FRANCOGALLICAE PROFESSOR PUBLICUS ORDINARIUS ORDINIS MER. S. MICHAELIS CL. III EQUES LLD. CET.

FACULTATIS PHILOSOPHICAE SECT. I P. T. DECANUS ET PROMOTOR LEGITIME CONSTITUTUS

PRAECLARO ET PERDOCTO VIRO AC DOMINO

SHEIKH MUHAMMAD IQBAL

EX OPPIDO SIALKOT

EXAMINIBUS RIGOROSIS MAGNA CUM LAUDE SUPERATIS

DISSERTATIONE INAUGURALI SCRIPTA TYPISQUE MANDATA

„THE DEVELOPMENT OF METAPHYSICS IN PERSIA"

DOCTORIS PHILOSOPHIAE GRADUM

CUM OMNIBUS PRIVILEGIIS ATQUE IMMUNITATIBUS EIDEM ADNEXIS

DIE IV MENSIS NOVEMBRIS MDCCCCVII

EX UNANIMI ORDINIS PHILOSOPHORUM SECT. I DECRETO CONTULIT.

IN HUIUS REI TESTIMONIUM HOC PUBLICUM DIPLOMA SIGILLIS MAIORIBUS REGIAE LITERARUM UNIVERSITATIS ET FACULTATIS PHILOSOPHICAE ADIECTIS FACULTATIS EIUSDEM DECANUS ATQUE RECTOR MAGNIFICUS UNIVERSITATIS IPSI SUBSCRIPSERUNT.

(LS) (LS)

"میں ہائیڈل برگ کے وہ ایام کبھی فراموش نہیں کرسکوں گا جب آپ نے مجھے گوئٹے کا فاوسٹ پڑھایا اور دیگر کئی طرح سے میری مدد کی۔"[۳۲]

مگر تین ماہ بعد کے خط میں اپنے اس بیان میں پھر ترمیم کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں:

"ان دنوں کی یاد میں جب ہم گوئٹے کا فاوسٹ ایک ساتھ پڑھا کرتے تھے، ہمیشہ ایک غم انگیز مسرت کے ساتھ میرے دل میں آتی رہتی ہے۔"[۳۳]

وہ عطیہ کو بھی ایک خط میں ویگے ناست کے بارے میں لکھتے ہیں اور وہاں بھی اسے اپنی پروفیسر نہیں کہتے بلکہ اسے عطیہ کی ایک دوست لڑکی بتاتے ہیں۔ اسی خط میں ایک پروفیسر کا بھی ذکر ہے:

"دو تین ہفتے ہوئے میرے پاس آپ کی دوست لڑکی ویگے ناست کا خط آیا تھا۔ میں اس لڑکی کو بے حد پسند کرتا ہوں، وہ کس قدر اچھی اور سچی ہے۔ میں نے اسے خط لکھا ہے اور اچھے بوڑھے پروفیسر کو بھی۔"[۳۴]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ویگے ناست علامہ اقبال کی استانی نہ تھیں اور اگر اس نے علامہ کو کچھ پڑھایا بھی تھا تو وہ ایسے ہی تھا جیسے علامہ نے عطیہ کو افلاطون پڑھایا تھا۔

۳۲؎ اقبال یورپ میں ص ۱۳۵
۳۳؎ ایضاً ص ۱۳۸
۳۴؎ اقبال، از عطیہ ص ۵۳

ایک خط میں عطیہ کو لکھتے ہیں:

"کیا میں نے آپ کو کچھ لکھایا پڑھایا ہے؟ آپ کو سیکھنے سکھانے کی کبھی ضرورت ہی نہ تھی۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے افلاطون سے آپ کا تعارف کرایا تھا لیکن یہ معاملہ وہیں ختم ہو گیا۔"[۳۵]

چنانچہ ہمارا خیال یہ ہے کہ ویگے ناست علامہ اقبال کی باقاعدہ استانی نہ تھیں۔

سکول کے زمانہ میں علامہ اقبال اپنے استاد شمس العلماء مولوی میر حسن سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ ان کا اثر ان پر تمام زندگی رہا۔ جب علامہ کو سر کا خطاب دیا جانے لگا تو آپ نے شرط لگائی کہ وہ یہ خطاب اسی صورت میں قبول کریں گے کہ ان کے استاد مولوی میر حسن کو بھی شمس العلماء کا خطاب دیا جائے چنانچہ دونوں خطاب ایک ہی دن یعنی یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو دیئے گئے۔

گورنمنٹ کالج کے زمانہ طالب علمی میں وہ پروفیسر آرنلڈ کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے اور آرنلڈ بھی انہیں بہت چاہتے تھے۔ چنانچہ انہیں اورینٹل کالج لاہور میں ملازمت دلواتے میں پروفیسر آرنلڈ کا بھی ہاتھ تھا۔ آرنلڈ کے انگلستان چلے جانے کے بعد علامہ اقبال نے ان کی جدائی سے متاثر ہو کر نالۂ فراق کے نام سے ایک نظم بھی کہی جس میں ارادہ ظاہر کیا کہ وہ بھی جلد انگلستان جائیں گے چنانچہ کچھ عرصہ بعد ہی وہ رخصت لے کر انگلستان روانہ ہو گئے، یہاں بھی ان کا تعلق پروفیسر

---

[۳۵] اقبال از عطیہ ص ۶۱

آرنلڈ سے قائم رہا۔ شیخ عبدالقادر کا بیان ہے کہ وہ شاعری کو ترک کر دینا چاہتے تھے مگر پروفیسر آرنلڈ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اپنے اس ارادہ سے باز رہے۔ یوں دیکھا جائے تو پروفیسر آرنلڈ نے ہمارے لیے ایک عظیم شاعر کو بچا لیا ورنہ کیا معلوم اقبال کیا بن جاتے۔

آخر میں ہم علامہ اقبال کو ملنے والی اعزازی ڈگریوں کا ذکر بھی کیے دیتے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے ان کو ۱۹۳۳ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے ۱۹۳۴ء میں اور الہ آباد یونیورسٹی نے ۱۹۳۷ء میں ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری دی۔ ان کی وفات کے بعد ۲۱/ اپریل ۱۹۶۰ء کو ٹوکیو یونیورسٹی ٹوکیو نے بھی ڈی لٹ کی اعزازی ڈگری عنایت کی۔

اقبال کا سلسلۂ ملازمت

حیاتِ اقبال پر کئی کتب لکھی گئی ہیں مگر ان میں علامہ اقبال کی ملازمت کے بارے میں ناکافی، سرسری یا غلط معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ علامہ اقبال پہلے اورینٹل کالج میں ملازم رہے اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں کام کرتے رہے۔ ان دونوں اداروں میں ان کی ملازمت کی تفصیلات فراہم کرنے کی بجائے ان کا ذکر ایک ہی سانس میں کر دیا جاتا ہے اور ان چند سطروں میں بھی غلط فہمیوں کا انبار نظر آتا ہے۔ ذکرِ اقبال میں مولانا عبدالمجید سالک نے اس پہلو پر ایک صفحہ سے بھی کم لکھا ہے اور وہ بھی اصلاح طلب ہے۔ وہ میکلوڈ عربک ریڈر" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد اقبال اورینٹل کالج لاہور میں میکلوڈ عربک ریڈر مقرر ہوئے اور کچھ مدت کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفے کی اسسٹنٹ پروفیسری مل گئی جس پر وہ ۱۹۰۵ء تک فائز رہے۔"[1]

علامہ اقبال اورینٹل کالج میں جس اسامی پر کام کرتے رہے، اس کا

---

[1] ذکرِ اقبال از عبدالمجید سالک، بزمِ اقبال لاہور ص ۱۸

درست نام میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر شپ تھا۔ مولانا کے بیان سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس اسامی کے لیے بنیادی قابلیت کیا تھی، نیز یہ کہ علامہ اقبال نے یہ ملازمت کب چھوڑی اور گورنمنٹ کالج کی ملازمت کب اختیار کی۔
مولانا سالک کی کتاب کے ۲۲ برس بعد ایم۔ ایس ناز نے حیاتِ اقبال لکھی انہوں نے علامہ اقبال کی ملازمت کے زمانہ کو کوئی اہمیت نہ دی اور اس کا ذکر صرف ایک پیراگراف میں کیا ہے اور وہ بھی غلطیوں سے پُر ہے۔ جہاں تک علامہ اقبال کی اورینٹل کالج کی ملازمت کا تعلق ہے انہوں نے مولانا سالک کی معلومات پر انحصار کیا ہے اور انہیں اپنے الفاظ میں لکھ دیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

"ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد علامہ اقبال کو اورینٹل کالج لاہور میں میکلوڈ عربک ریڈر کی ملازمت مل گئی اور کچھ مدت بعد اقبال کو اورینٹل کالج لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ مقرر کیا گیا جس پر وہ ۱۹۰۵ء تک فائز رہے"۔ لہ

ان بیانات سے شبہ ہوتا ہے کہ میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر شپ کے لیے بنیادی قابلیت ایم۔ اے ہوگی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ایک سال بعد طاہر فاروقی کی سیرتِ اقبال کا ایڈیشن آیا تو اس میں بھی علامہ اقبال کی ملازمت کو ایک صفحہ سے بھی کم جگہ دی گئی، جب کہ کتاب ۵۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں فاروقی صاحب نے یہ عجیب بات لکھی ہے کہ:

"ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد علامہ مرحوم کو اورینٹل کالج لاہور

لہ حیاتِ اقبال از ایم۔ ایس ناز، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۶۵

میں پروفیسری مل گئی۔" [1]

غالباً انہوں نے ایم۔اے پاس کرنے کے بعد ملازمت ملنے کی وجہ سے میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر شپ کو پروفیسری بنا دیا ہے حالانکہ اُن کی کتاب کے اس ایڈیشن سے پہلے تقریباً سبھی کتابوں میں اسے ریڈر شپ ہی کہا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کے سوانح نگار سامنے کی معلومات سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔

علامہ اقبال نے ۱۸۹۹ء میں ایم۔اے فلسفہ کا امتحان دیا۔ نتیجہ کا اعلان ۲۲ اپریل ۱۸۹۹ء کو کیا گیا۔[2] اس سے پہلے وہ بی۔اے کی بنیاد پر میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر کے لیے درخواست دے چکے تھے کیونکہ اس اسامی کے لیے درخواستیں وصول کرنے کی آخری تاریخ ۱۵ اپریل ۱۸۹۹ء تھی۔ اس کی تنخواہ بہتر روپے چودہ آنے تھی۔ اور اس کے لیے بی۔اے اور عربی میں امتیازی پوزیشن کا ہونا ضروری تھا۔ اس کے فرائض درج ذیل تھے:

۱۔ سنڈیکیٹ کے زیر اہتمام عربی کی جو کتب شائع ہوں، ان کی نگرانی۔

۲۔ سنڈیکیٹ کے زیر اہتمام انگریزی یا عربی کی شائع ہونے والی کتب کا اردو میں ترجمہ کرنا۔

۳۔ اورینٹل کالج میں لیکچر دینا۔

تاریخ تقرر سے تین سال کے لیے اس اسامی پر تعیناتی ہونا تھی۔[3] ڈاکٹر

---

[1] سیرت اقبال از طاہر فاروقی، ناشر قومی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۳

[2] پنجاب گزٹ، حصہ سوم ۸ جون ۱۸۹۹ء ص ۱۰۸۵

[3] ایضاً ۳۰ مارچ ۱۸۹۹ء

غلام حسین نے لکھا ہے کہ میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر کی اسامی پر دو سال کے لیے تقرر ہوتا تھا۔[1] یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اس اسامی کو جب بھی مشتہر کیا گیا تو اس میں معیاد تقرر تین سال دی ہوئی ہے۔ انہیں یہ غلط فہمی اس لیے ہوئی کہ اورینٹل کالج کی سالانہ رپورٹ میں لکھا ہے کہ علامہ اقبال کا تقرر چودھری علی گوہر کی جگہ عمل میں آیا جن کی مدت ملازمت ختم ہو گئی تھی۔ ۱۸۹۷ء میں جب میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر کا اشتہار شائع ہوا تو اس وقت معیاد ملازمت تین سال بتائی گئی ہے اور درخواستیں وصول کرنے کی آخری تاریخ یکم مئی دی گئی ہے۔[2] ۷ مئی ۱۸۹۷ء کو سنڈیکیٹ نے چودھری علی گوہر کے دوبارہ تقرر کی سفارش کی جسے سینیٹ نے منظور کر لیا۔[3] چودھری علی گوہر کے بطور میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر تقرر کی سفارش سنڈیکیٹ نے ۱۴ مارچ ۱۸۹۴ء کے اجلاس میں کی تھی جسے سینیٹ نے منظور کر لیا تھا۔[4] قیاس کہتا ہے کہ ان کا تقرر یکم اپریل سے ہوا ہوگا۔ چوہدری علی گوہر ایم۔ اے عربی تھے اور ۱۸۹۴ء سے میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر کی اسامی پر کام کر رہے تھے۔ اصولی طور پر ان کی مدت ملازمت ۱۹۰۰ء میں ختم ہونا چاہیئے تھی مگر ۱۸۹۹ء میں ہی اس اسامی کے خالی ہونے کا اشتہار دے دیا گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ کیا چودھری علی گوہر ملازمت چھوڑنا چاہتے تھے یا اورینٹل

---

[1] اقبال اور اورینٹل کالج میں، مطالعۂ اقبال، مرتبہ: گوہر نوشاہی ص ۵۲

[2] پنجاب گزٹ حصہ سوم ۱۸ جنوری ۱۸۹۷ء

[3] ایضاً ۳ مارچ ۱۸۹۸ء

[4] ایضاً ۲۴ جنوری ۱۸۹۵ء

کالج کے ارباب اختیار ان سے ناراض تھے۔ اس سوال کا حتمی جواب معلوم نہیں ہو سکا البتہ اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ ۱۸۹۹ء میں بیماری کی بنا پر ۳۷ دن کی رخصت حاصل کرتے ہیں ممکن ہے خرابی صحت اس اسامی کے چھوڑنے کی وجہ بنی ہو۔ بہر حال علامہ اقبال کو ان کی جگہ ۱۳ مئی ۱۸۹۹ء کو تعینات کر دیا گیا[1]۔ اس وقت چودھری علی گوہر کو اس اسامی پہ کام کرتے ہوئے پانچ سال ایک ماہ اور بارہ دن ہو گئے تھے[2] جبکہ یہ اسامی تین تین سال کے لیے مشتہر کی جاتی تھی۔

پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ ۲۸ اپریل ۱۸۹۹ء کو اورینٹل کالج کے عارضی پرنسپل مقرر ہوئے اور ۲۳ دسمبر تک اس منصب پر فائز رہے[3]۔ علامہ اقبال کا تقرر اسی عرصہ میں عمل میں آیا لہٰذا عین ممکن ہے کہ علامہ کے تقرر میں ان کی امداد کو بھی دخل ہو۔

ڈاکٹر عبدالسلام اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں:

"اس وقت حسن اتفاق سے اورینٹل کالج کی پرنسپل شپ پر پروفیسر آرنلڈ عارضی طور پر متمکن تھے۔ انہوں نے اقبال کو میکلوڈ عریبک ریڈر کے عہدہ پر مقرر کر دیا۔ یہ ایک ریسرچ فیلو شپ تھی جس کا معاوضہ ایک سو روپے ماہانہ تھا۔"[4]

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس اسامی کا نام میکلوڈ پنجاب عریبک ریڈر

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم ۲۸ فروری ۱۹۰۱ء

[2] ایضاً۔ یکم فروری ۱۹۰۱ء

[3] ایضاً ۲۸ فروری ۱۹۰۱ء

[4] سرگذشت اقبال از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، اقبال اکادمی لاہور، ۱۹۷۷ء ص ۱۴

تھا اور اس کا مشاہرہ سو روپے نہیں بلکہ بہتر روپے چودہ آنے تھا۔ سرگذشت اقبال کی اشاعت کے دو سال بعد نذیر نیازی کی کتاب دانائے راز شائع ہوئی امید تھی کہ اس میں درست معلومات ہوں گی مگر یہ امید بھی کتاب کے مطالعہ کے بعد خاک میں مل گئی۔ وہ علامہ اقبال کی ملازمت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"اورینٹل کالج میں محمد اقبال کا قیام ۳۱ مارچ ۱۹۰۴ء تک رہا لیکن وقفوں کے ساتھ یعنی ۱۳ مئی ۱۸۹۹ء سے ۳۰ جون ۱۹۰۱ء پھر ۲ جولائی ۱۹۰۲ء سے ۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء پھر ۲ مارچ ۱۹۰۳ء سے ۲ جون ۱۹۰۳ء تک۔ اس کے بعد ان کے یہاں تصنیفی یا تدریسی کام کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ تاآنکہ ۱۹۰۴ء میں ان کا تعلق اورینٹل کالج سے منقطع ہو جاتا ہے۔ وقفوں کی صورت اس لیے پیش آئی کہ ۱۹۰۱ء میں محمد اقبال نے کالج سے بلاتنخواہ رخصت لی، اسلامیہ کالج چلے گئے۔ دوسری مرتبہ یعنی ۱۹۰۳ء میں گورنمنٹ کالج کے شعبہ انگریزی میں بطور ایڈیشنل پروفیسر کام کرنے لگے۔ چھ ماہ بعد ان کا تقرر بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج میں ہو گیا۔ انگریزی اور فلسفہ پڑھانے لگے۔ ۱۹۰۵ء میں انہوں نے تین سال کی بلاتنخواہ تعلیمی رخصت لی اور انگلستان چلے گئے۔ گورنمنٹ کالج سے ان کا دوبارہ تعلق انگلستان سے واپسی پر قائم ہوا۔"[1]

اس ایک پیراگراف میں نیازی صاحب نے کتنی غلطیاں کی ہیں اس کا اندازہ تو آئندہ صفحات کے مطالعہ سے ہو جائے گا مگر ان کے انداز میں جو سرسری پن پایا جاتا ہے وہ بھی تکلیف دہ ہے۔ دراصل انہوں نے دوسروں کی معلومات کو بھی درست انداز میں پیش نہیں کیا ورنہ وہ علامہ اقبال کی اورینٹل کالج میں

---

[1] دانائے راز از نذیر نیازی، اقبال اکادمی ۱۹۷۹ء ص ۱۳۰-۱۳۱

ملازمت کو ۱۹۰۴ء تک نہ لے جاتے جبکہ وہ خود بھی تحریر فرما رہے ہیں کہ وہ ۱۹۰۳ء میں گورنمنٹ کالج میں ملازم ہو گئے تھے۔ ان کے بیانات میں ایک اور تکلیف دہ صورت یہ ہے کہ وہ ضروری حوالوں سے گریز کرتے ہیں لہٰذا یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ ان کی معلومات کی بنیاد کیا ہے۔ مثلاً انہوں نے علامہ اقبال کی اسلامیہ کالج میں ملازمت کا زمانہ ۷ جنوری ۱۹۰۱ء سے ۳ جون ۱۹۰۱ء بتایا ہے[1] جبکہ ہماری معلومات کے مطابق علامہ اقبال ۴ جنوری سے ۳۱ جنوری تک گورنمنٹ کالج میں لالہ جیا رام کی جگہ اسسٹنٹ پروفیسر کے طور پر کام کرتے رہے تھے چنانچہ یہ بات بھی غلط قرار پاتی ہے کہ وہ گورنمنٹ کالج سے پہلے اسلامیہ کالج میں ملازمت پر گئے تھے۔ نیازی صاحب نے ۷ جنوری کی تاریخ کہاں سے لی؟ اس کا پتہ نہیں چلتا۔ انہوں نے فٹ نوٹ میں ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کی کتاب کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ کا حوالہ دیا ہے مگر ڈاکٹر موصوف نے اپنی کتاب میں ۷ جنوری کی حتمی تاریخ کہیں نہیں لکھی۔

نیازی صاحب کے متذکرہ بالا پیراگراف کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ علامہ کا گورنمنٹ کالج سے دوبارہ تعلق انگلستان سے واپسی پر قائم ہوا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تعلق کب پیدا ہوا اور کس نوعیت کا تھا؟ اس سے قبل انہوں نے صفحہ ۱۱۴ پر بتایا ہے کہ علامہ اقبال "۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۱ء تک ڈھائی تین برس انگریزی اور فلسفہ کا درس دیتے رہے"۔ یہاں انہوں نے تاریخ ملازمت کا تعین نہیں کیا۔ علامہ ۱۹۰۸ء میں نہیں بلکہ ۱۹۰۹ء میں دوبارہ ملازم ہوئے تھے۔ نیازی صاحب نے فرض کر لیا کہ علامہ گورنمنٹ کالج میں واپس آئے تھے حالانکہ یہ بات

---

[1] دانائے راز، از نذیر نیازی۔ اقبال اکادمی، ۱۹۷۹ء ص ۱۳۱

درست نہیں ہے۔ انہوں نے ملازمت چھوڑنے کی حتمی تاریخ بھی نہیں لکھی۔

علامہ اقبال نے یکم جنوری ۱۹۰۱ء کو رخصت بلا تنخواہ لی[۱] مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ رخصت کتنے عرصہ کے لیے تھی البتہ اورینٹل کالج کے سٹاف کی فہرست بہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۱ء تک سے پتہ انہیں رخصت پر بتایا گیا ہے[۲]۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس کے بعد بھی رخصت پر رہے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ رخصت چھ ماہ کی ہو مگر یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ڈاکٹر غلام حسین صاحب اپنے مضمون "اقبال اورینٹل کالج میں" میں اس چھٹی کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"پرنسپل اورینٹل کالج کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۰ء۔ ۱۹۰۱ء (مؤرخہ ۸ جون ۱۹۰۱ء) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ محمد اقبال ایم۔ اے نے میکلوڈ عربک ریڈر کی رخصت بلا تنخواہ یکم جنوری ۱۹۰۱ء سے منظور ہوئی اور شیخ فیروز الدین بی۔ اے اور لالہ او دھو رائٹ بی۔ اے عارضی طور پر ان کی بجائے اس منصب کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ اس رپورٹ سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ اقبال نے یہ رخصت بلا تنخواہ کیوں لی۔ کتنے عرصہ کے لیے لی اور رخصت لے کر وہ کہاں گئے۔ البتہ اس مسئلہ کا حل گورنمنٹ کالج کی تاریخ یوں پیش کرتی ہے کہ اس عرصہ میں شیخ محمد اقبال چھ ماہ کے لیے انگریزی کے ایڈیشنل پروفیسر مقرر کر لیے گئے لیکن اس حل میں ایک سقم یہ ہے کہ اس تاریخ کے فاضل مؤلف نے اس تاریخ کا اندراج ۱۹۰۲ء کے ضمن میں کیا ہے اور اس عارضی تقرر کی کوئی تاریخ بھی نہیں دی کہ جس سے صحیح عرصے کا اندازہ لگایا جا سکے تاہم فاضل

---

[۱] پنجاب گزٹ حصہ سوم ۲۶ ستمبر ۱۹۰۱ء

[۲] ایضاً

مؤلف کے بعض متناقض بیانات سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اس نے صحیح تاریخوں کی چھان بین کی بجائے اندازاً اس اطلاع کو ۱۹۰۱ء کی بجائے ۱۹۰۲ء میں درج کر دیا ہے مثلاً اس امر کو وہ ضمیمہ (فہرست اساتذہ) میں ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۵ء تک لکھتا ہے اور پھر اس عارضی تقرر (بہ حیثیت استاد انگریزی) اور مابعد تقرر (بہ حیثیت نائب استاد فلسفہ) میں بھی کوئی حد فاصل نہیں قائم کی گئی۔ اورینٹل کالج کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۱ء۔۱۹۰۲ء (مؤرخہ ۸ر جون ۱۹۰۲ء) سے اس امر کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ اس تعلیمی سال میں (یعنی جولائی ۱۹۰۱ء کے بعد) اقبال اپنے اصل منصب (میکلوڈ عربک ریڈر) پر واپس تشریف لے آئے تھے اور اپنے فرائض منصبی باقاعدگی سے ساتھ انجام دے رہے تھے۔" [1]

یہاں استاد محترم کے نتائج سے ہم اختلاف کرنے پر مجبور ہیں۔ ہسٹری آف گورنمنٹ کالج کے مؤلف نے غلطی سے ۱۹۰۱ء کی بجائے ۱۹۰۲ء درج نہیں کیا بلکہ علامہ اقبال حقیقتاً ۱۹۰۲ء میں گورنمنٹ کالج میں استاد کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے تھے۔ البتہ گورنمنٹ کالج کی تاریخ کے مؤلف نے ان کی اسامی کو ایڈیشنل پروفیسر انگریزی بتایا ہے جو دراصل اسسٹنٹ پروفیسر انگریزی ہے۔ اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ وہ لالہ جیارام کی جگہ ۴ر جنوری ۱۹۰۱ء کو مقرر ہوئے۔ لالہ جیارام مسٹر جی۔ ایس۔ ایلن کی جگہ پروفیسر ہو گئے تھے جو ۲۸ دن کی رخصت پر گئے تھے۔ گورنمنٹ کالج میں بہ حیثیت اسسٹنٹ پروفیسر انگریزی ان کا تقرر ۱۶ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ہوا۔ ہم اس اعلان کو بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔ یہ ۱۳ر نومبر ۱۹۰۲ء کے

---

[1] مطالعہ اقبال مرتبہ: گوہر نوشاہی۔ بزم اقبال لاہور ۱۹۷۱ء ص ۵۱۔۵۰

گزٹ میں شائع ہوا :

Education
The 7th November 1902
No. 353-Appointment-Shaikh Muhammad Iqbal, M.A. is appointed as Assistant Professor of English in the Government College, Lahore on Rs. 200 per mensum upto 31st March 1903. He joined on the forenoon of the 16th October 1902.

W. Bell
Under Secretary to Govt. Punjab
Home (Education) Department

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے یکم جنوری ۱۹۰۱ء کو رخصت بلا تنخواہ کیوں لی۔ اس سوال کا جواب خلیفہ شجاع الدین کے اس بیان سے مل جاتا ہے جس میں وہ بتاتے ہیں کہ اس وقت علامہ اقبال اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھا رہے تھے۔ خلیفہ صاحب لکھتے ہیں :

"اوّل الذکر جلسے (۱۸۹۹ء) کے تھوڑے عرصے کے بعد ہی اقبال کے لیے انجمن سے وابستگی کا ایک اور موقع نکل آیا۔ شیخ عبدالقادر ان دنوں اخبار آبزرور کے ایڈیٹر اور اسلامیہ کالج میں ادبیاتِ انگریزی کے پروفیسر تھے۔ انہیں چند روز کی رخصت لینی پڑی تو ان کی جگہ اقبال مرحوم یہ فرائض انجام دیتے رہے۔ میں ان دنوں ایف۔ اے کا طالبعلم تھا۔ نصاب میں SEEKERS OF THE GOOD یعنی متلاشیانِ حق کے نام سے ایک کتاب شامل تھی جس میں زمانہ قبل از مسیح کے تین حکماء کی سرگذشتیں درج تھیں۔ عیسائی مصنف نے ان متلاشیان حق کے بعض اقوال کا موازنہ انجیل کی آیات سے کیا لیکن علامہ مرحوم نے کلام پاک کی ان آیات سے ان اقوال کی تشریح کی جو ان کے ساتھ مطابقت رکھتی

تفہیم موازنہ کے دوران میں آپ یہ بھی ثابت کرتے جاتے تھے کہ قرآنی کی آیات ان اقوال سے بدرجہا افضل اور بہر نوع اکمل ہیں۔ اسلامیہ کالج کی چند روزہ پروفیسری نے ہی آپ کے تبحر علمی کا سکہ بٹھا دیا۔[۱]

خلیفہ صاحب کے بیان میں اتنی ترمیم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ علامہ نے وہاں چند روز نہیں چند ماہ پروفیسری کی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خلیفہ شجاع الدین نے ایف۔ اے کب کیا۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے لکھا ہے کہ انہوں نے مارچ ۱۹۰۱ء میں ایف۔ اے کیا[۲] اور اسی سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ:

"اقبال نے یکم جنوری ۱۹۰۱ء سے اورینٹل کالج سے رخصت بلا تنخواہ لی تھی اور ۴ر اکتوبر کو گورنمنٹ کالج میں ملازم ہوئے۔ گویا جنوری ۱۹۰۱ء اور اکتوبر ۱۹۰۲ء کے مابین یہ ملازمت کی۔"[۳]

علامہ ۳۱ر مارچ ۱۹۰۲ء کو میکلوڈ پنجاب عربک ریڈر کی ملازمت پر آچکے تھے کیونکہ اس سال کی فہرست اساتذہ میں ان کا نام موجود ہے اور یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ رخصت پر ہیں۔ استاد محترم کے بیان میں ایک غلطی اور ہے اور وہ یہ کہ علامہ چار اکتوبر نہیں بلکہ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو گورنمنٹ کالج میں اپنی ملازمت پر گئے تھے۔ ۴ر جنوری سے ۳۱ر جنوری تک وہ گورنمنٹ کالج میں فلسفہ کے اسسٹنٹ پروفیسر کے طور پر کام کرتے رہے تھے لہٰذا وہ فروری

۱؎ بحوالہ کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ از ڈاکٹر وحید قریشی۔ ناشر مکتبہ ادب جدید لاہور ۱۹۶۵ء ص ۳۳۸

۲؎ ایضاً ۳۳۹

۳؎ ایضاً ۳۳۹

میں اسلامیہ کالج میں گئے ہوں گے۔ مگر کب واپس آئے اس کا تعین فی الحال ممکن نہیں البتہ ہمارا خیال ہے کہ یکم جولائی ۱۹۰۱ء کو یا مابعد واپس آگئے ہونگے ۱۶ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں اسسٹنٹ پروفیسر انگریزی مقرر ہوئے اور یکم اپریل ۱۹۰۳ء کو واپس اورینٹل کالج میں آگئے اور یہاں ۳۱ر مئی ۱۹۰۳ء تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ڈاکٹر جہانگیر کا بیان درست نہیں کہ وہ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ملازم ہوئے اور اکتوبر ۱۹۰۵ء تک گورنمنٹ کالج میں کام کرتے رہے[1] ۳ر جون ۱۹۰۳ء کو گورنمنٹ کالج میں ان کا تقرر دوبارہ اسسٹنٹ پروفیسر انگریزی کی حیثیت سے ہو گیا۔ اب آئیے یہ دیکھیں کہ وہ اورینٹل کالج میں کتنا عرصہ رہے کیونکہ اس سلسلے میں بھی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر غلام حسین لکھتے ہیں کہ وہ صرف چھ ماہ رخصت پر رہے اور یوں ان کے خیال میں وہ ساڑھے تین سال اورینٹل کالج میں ملازمت کرتے رہے[2]۔ اس کے بعد استاد محترم ڈاکٹر وحید قریشی مزید تحقیق کی بنا پر لکھتے ہیں:

"اورینٹل کالج سے اقبال کا تعلق ۱۳ر مئی ۱۸۹۹ء سے ۳۰ر جون ۱۹۰۱ء تک، یکم جولائی ۱۹۰۲ء سے ۳ر اکتوبر ۱۹۰۲ء تک اور ۲ر مارچ ۱۹۰۳ء سے ۲ر جون ۱۹۰۳ء تک رہا۔ اس دور میں انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور میں چھ ماہ ملازمت کی، پھر گورنمنٹ کالج میں چھ ماہ ملازم رہے۔ پھر ۳ر جون سے ان کا دوبارہ تقرر گورنمنٹ کالج میں ہوا۔ اس حساب سے ان کی اورینٹل کالج کی حقیقی ملازمت کی مدت (۱۳½ + ۵ + ۳) ایک سال ساڑھے نو ماہ ہوتی ہے۔"[3]

استاد محترم کے ان اندازوں سے ہم اختلاف کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ حقائق

۱۔ جرنل آف دی ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، اکتوبر ۱۹۷۷ء ص ۱۵

۲۔ مطالعۂ اقبال (اقبال اورینٹل کالج میں) مرتبہ گوہر نوشاہی ص ۵۲

۳۔ کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ ص ۳۲۸

ان کے خلاف ہیں۔ اب آیئے ۱۹۷۷ء میں شائع ہونے والی سرگذشتِ اقبال کی طرف۔ اس میں عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں :

"یہ ملازمت ۱۳ مئی ۱۸۹۹ء کو شروع ہوئی، ۱۲ مئی ۱۹۰۳ء کو ختم ہوئی۔ اس دوران میں چھٹی لے کر انہوں نے چھ ماہ گورنمنٹ کالج میں پروفیسری کی اور چھ ماہ اسلامیہ کالج میں۔ گویا میکلوڈ عربک ریڈر کی حیثیت سے اورینٹل کالج میں تین سال کام کیا۔" [۱]

مگر آگے چل کر وہ اپنے اس بیان کے باوجود یہ لکھتے ہیں کہ "یکم جنوری ۱۹۰۱ء سے ۳ اکتوبر ۱۹۰۱ء تک اقبال بلا تنخواہ رخصت پر رہے۔" [۲] اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ عرصہ چھ ماہ نہیں بلکہ نو ماہ سے کچھ زیادہ بنتا ہے۔ دراصل انہوں نے ڈاکٹر وحید قریشی کے مضمون کو بغیر تحقیق کے قبول کر لیا ہے مگر مدتِ ملازمت کا تعین کرتے ہوئے ڈاکٹر غلام حسین کے بیان کو پیشِ نظر رکھ کر یہ عرصہ صرف چھ ماہ بنا دیا ہے۔

اورینٹل کالج سے علامہ کب فارغ ہوئے؟ یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ عام طور پر ۱۲ مئی کی تاریخ اس لیے فرض کی جاتی ہے کہ وہ ۱۳ مئی کو ملازم ہوئے تھے لیکن ۱۲ مئی کو وہ تب فارغ ہوتے جب ان کی مدتِ ملازمت ختم ہو رہی ہوتی۔ چونکہ وہ گورنمنٹ کالج میں ۳ جون کو ملازم ہوئے اس لیے انہوں نے ۳۱ مئی تک ضرور کام کیا ہوگا تاکہ پورے ماہ کی تنخواہ لے سکیں۔ اس سے پہلے بھی وہ ۴ جنوری ۱۹۰۱ء کو گورنمنٹ کالج میں اسسٹنٹ پروفیسر مقرر

---

[۱] سرگذشتِ اقبال۔ ناشر: اقبال اکیڈمی لاہور ص ۴۱

[۲] ایضاً ص ۴۴

ہوئے تھے تو انہوں نے رخصت بلا تنخواہ یکم جنوری سے ہی حاصل کر لی تھی۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۴ء کو ان کی جگہ مقرر ہونے والے شیخ فیروز الدین صاحب کی مدتِ ملازمت دس ماہ بتائی گئی ہے جو یکم جون سے ۳۱ مارچ تک بنتی ہے۔ اس طرح اسلامیہ کالج میں وہ پانچ ماہ رہے ہوں گے اور ۶ ماہ تیرہ دن گورنمنٹ کالج میں۔ تین دن وہ رخصت پر رہے۔ یوں اورینٹل کالج میں ان کی تدریسی مدت تین سال ایک ماہ اور تین دن بنتی ہے اور اورینٹل کالج میں وہ روزانہ تین پیریڈ پڑھاتے تھے۔ دو پیریڈ بی اوایل کے لیے وقف تھے جن میں وہ تاریخ اور سیاستِ مدن پڑھاتے تھے۔ ایک پیریڈ گیارھویں جماعت کا تھا جس میں فلسفہ کی تعلیم دیتے تھے۔ تعلیم و تدریس کے علاوہ انہوں نے تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۳ مئی ۱۸۹۹ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۰۰ء کے دوران انہوں نے الجیلی کی کتاب کا ترجمہ Doctrine of Absolute Unity کے نام سے کیا۔ ۳۱ مارچ ۱۹۰۰ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۰۲ء تک انہوں نے واکر اور سٹبز کی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ اس دوران میں وہ علم الاقتصاد کی تصنیف میں بھی مصروف رہے۔ Stubbs کی کتاب Early Platagenets اور واکر کی کتاب کا نام پولیٹکل اکانومی تھا۔ اس زمانے میں وہ اردو شاعری بھی کرتے رہے۔

جیسا کہ بیان ہوا علامہ ۳ جون ۱۹۰۳ء سے گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے اسسٹنٹ پروفیسر ہو کر آ گئے تھے۔ اب ان کا تعلق اورینٹل کالج لاہور سے ختم ہو چکا تھا۔ گورنمنٹ کالج میں وہ انگریزی پڑھاتے تھے ان کا یہ تقرر دو سو روپیہ ماہوار پہ ہوا تھا۔ غالباً علامہ اقبال اس تنخواہ سے مطمئن نہ

تھے لہٰذا انہوں نے یکم اکتوبر ۱۹۰۵ء سے تین سال کے لیے رخصت حاصل کر لی۔ انہیں موسم گرما کی تعطیلات ساتھ ملانے کی اجازت دی گئی تھی لہٰذا علامہ اقبال سفر یورپ کے لیے ستمبر کے آغاز میں ہی دہلی روانہ ہو گئے۔ علامہ اقبال کی یہ رخصت بغیر الاؤنس کے تھی۔ علامہ اقبال کا تقرر بطور اسسٹنٹ پروفیسر انگریزی ہوا تھا اور اعلان نمبر ۳۰۵ مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۰۳ء سے ان کے تقرر کی میعاد ۳۱ مارچ ۱۹۰۴ء تک بڑھا دی گئی تھی۔ اسکے بعد غالباً وہ اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ مقرر ہو گئے تھے کیونکہ ان کی جگہ شیخ نور الٰہی کا تقرر بطور اسسٹنٹ پروفیسر انگریزی ہوا تھا۔

۱۹۰۵ء کے محکمہ تعلیم کے رجسٹر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال سینیارٹی کے تقریباً آخری نمبر پر تھے۔ سینیارٹی لسٹ میں پنجاب کے محکمہ تعلیم کے گزیٹڈ ملازمین کی تعداد ۳۸ بتائی گئی ہے۔ علامہ کا نمبر ۳۷ تھا۔ آخری نمبر پر مس آئی۔ اے۔ سائم جونیئر انسپکٹریس آف سکولز تھی۔ اس وقت مسٹر ڈبلیو بل ناظم تعلیمات عامہ پنجاب تھے اور ان کی تنخواہ انیس سو روپیہ تھی ان کے علاوہ انڈین ایجوکیشن کی بارہ اسامیاں اور تھیں جن پر فائز اصحاب کی تنخواہیں ساڑھے تین سو روپیہ اور پندرہ سو کے درمیان تھیں۔ پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور پندرہ سو، پروفیسر اے ایس ہیمی نو سو اور جی ایس برٹ پروفیسر فلسفہ پانچ سو روپیہ ماہوار پاتے تھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے تاریخ کے پروفیسر کی تنخواہ بھی پانچ سو روپیہ تھی۔ اس وقت گورنمنٹ کالج میں انڈین ایجوکیشن سروس کی صرف چار اسامیاں تھیں۔ محکمہ تعلیم کی باقی ۲۵ اسامیاں صوبائی سروس کی تھیں ان میں باقاعدہ پراونشل ایجوکیشن سروس کی سات اسامیاں تھیں۔ تین اسامیاں ساڑھے تین سو روپیہ ماہوار، چار اسامیاں تین سو روپیہ ماہوار، پانچ اسامیاں دو سو پچاس روپیہ ماہوار اور چھ اسامیاں دو سو روپیہ ماہوار

کی گئیں۔ علامہ اقبال انہیں چھ اسامیوں میں سے ایک پر فائز تھے۔ اگرچہ ان کی رخصت کے دوران ہی انہیں ترقی دے کر ڈھائی سو روپے ماہوار والی اسامی پر ۳ اگست ۱۹۰۶ء کو مقرر کر دیا گیا تھا۔[۱] اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ علامہ اقبال کیوں غیر ملکی تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے اور بیرسٹر بن کر محکمہ تعلیم کو خیر باد کہہ دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے یورپ سے واپس آ کر استعفیٰ دے دیا اور بیرسٹری کرنے لگ گئے۔

علامہ اقبال نے یورپ میں بھی مختصر عرصہ کے لیے ملازمت کی تھی۔ پروفیسر آرنلڈ مصر گئے تو ان کی جگہ علامہ اقبال کا تقرر ہوا تھا۔ مگر اس سلسلے میں یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کب ملازم ہوئے چنانچہ ڈاکٹر جاوید اقبال تحریر فرماتے ہیں:

"اقبال کی ایک تحریر سے یہ واضح ہے کہ وہ لندن یونیورسٹی میں چند ماہ کے لیے عارضی عربی کے پروفیسر مقرر کیے گئے۔ یہ تقرر بھی غالباً لندن کے اسی قیام کے دوران ہوا جب آرنلڈ چھ ماہ کے لیے رخصت پر گئے اور اقبال نے ان کے قائم مقام کی حیثیت سے تدریس کے فرائض سنبھالے"۔[۲]

مگر ویگے ناست کے نام ایک خط سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ علامہ اقبال کا تقرر ۵ نومبر ۱۹۰۷ء سے ہوا تھا وہ ویگے ناست کو لکھتے ہیں:

"میرا خیال تھا کہ میں ہائیڈل برگ کے رستے سفر کر سکوں گا لیکن یہ ممکن نہ ہوا۔ میرے لیے یہ قطعی لازم تھا کہ میں ۵ نومبر کو لندن میں

---

[۱] پنجاب گزٹ حصہ اول۔ ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء

[۲] زندہ رود۔ حیاتِ اقبال کا تشکیلی دور۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۲۵

ہوں۔ پروفیسر آرنلڈ مصر گئے ہیں اور میں عربی کا پروفیسر مقرر ہوا ہوں۔ میرے ذمے ہفتے میں دو لیکچر ہیں۔"[۱]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علامہ اقبال نے گورنمنٹ کالج کی ملازمت سے کب استعفیٰ دیا؟ اس سلسلے میں بھی بڑی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، کیونکہ کسی نے بھی سرکاری ریکارڈ کا بغور مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں مولانا سالک کے بیان کے مطابق وہ ۱۹۰۵ء تک اس ملازمت پر فائز رہے تھے۔ ایم۔ ایس ناز صاحب نے بھی مولانا سالک کی ہی تائید کی ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید ان کے ملازمت چھوڑنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تین سال کی مسلسل غیر حاضری کے بعد ۲۷ جولائی ۱۹۰۸ء کو حضرت علامہ لاہور پہنچے تو ریلوے اسٹیشن پر ان کی پذیرائی کے لیے احباب، معززین شہر اور عوام موجود تھے...... چند دن بعد اقبال نے فیصلہ کیا کہ وہ وکالت کا پیشہ اختیار کریں گے۔ گورنمنٹ کالج میں پروفیسری کا عہدہ موجود تھا کیونکہ وہ تین سال کے لیے چھٹی پر تھے لیکن انہوں نے اس سے استعفیٰ دے دیا اور یوں آزاد زندگی کے لیے زمین ہموار ہو گئی۔"[۲]

انہوں نے حاشیہ میں ڈاکٹر وحید قریشی کی کتاب کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ ص ۳۲۹ کا حوالہ دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی

---

[۱] اقبال یورپ میں، از ڈاکٹر سعید اختر درانی ناشر اقبال اکیڈمی لاہور ۱۹۸۵ء ص ۱۱۴

[۲] سرگذشت اقبال ص ۵۷

رائے کے لیے ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کے بیان کو بنیاد بنایا ہے مگر ڈاکٹر قریشی کا بیان دیکھنے کے بعد اندازہ ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر خورشید نے کتنا غلط نتیجہ اخذ کیا ہے۔ ان کے بیان کے مطابق علامہ اقبال نے ۲۷ جولائی ۱۹۰۸ء کو لاہور آنے کے بعد استعفیٰ دیا جبکہ ڈاکٹر وحید قریشی کی عبارت سے یہ مترشح نہیں ہوتا۔ اب آپ ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"اقبال نے یورپ میں تکمیلِ تعلیم کے بعد استعفیٰ دے دیا اور ۱۹۰۸ء میں شیخ نور الٰہی ایم۔ اے مستقل اسسٹنٹ پروفیسر کر دیے گئے۔[۱]

اس سے یہ تو معلوم نہیں ہوتا کہ علامہ نے لاہور آ کر استعفیٰ دیا تھا البتہ یہ بیان ذرا مبہم ہے۔ جناب ڈاکٹر جاوید اقبال نے ملازمت سے استعفیٰ کا سن ۱۹۰۷ء دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اقبال نے قیام یورپ کے دوران غالباً ۱۹۰۷ء کے آخری حصہ میں گورنمنٹ کالج کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا تھا۔"[۲]

انہوں نے اپنے اس خیال کی بنیاد پنجاب گزٹ ۷ / اپریل ۱۹۰۸ء حصہ اوّل ص ۲۱۰ کو بنایا ہے۔ محمد حنیف شاہد نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے:

"راقم کی تحقیق کے مطابق اقبال نے اپنے قیام یورپ کے دوران ہی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا تھا اور شیخ نور الٰہی کو جو عارضی طور پر ان کی جگہ کام کر رہے تھے ترقی دے کر ۸ / دسمبر ۱۹۰۷ سے مستقل کر دیا گیا۔[۳]

---

[۱] کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ ص ۳۲۹

[۲] زندہ رود، حیاتِ اقبال کا وسطی دور۔ ناشر: شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۸۱ء ص ۱۳۹

سلسلہ میں محکمہ تعلیم (حکومت پنجاب) کی طرف سے ۷ اپریل ۱۹۰۸ء کو

ایک حکم نامہ جاری ہوا۔" [1]

ڈاکٹر جاوید اقبال نے پنجاب گزٹ کی تاریخ ۷ اپریل ۱۹۰۸ء لکھی ہے جو درست نہیں ہے۔ یہ سترہ اپریل ۱۹۰۸ء ہے۔ ۷ اپریل کو شیخ نیاز علی کے احکامات جاری ہوئے۔ محمد حنیف شاہد صاحب نے لکھا ہے کہ شیخ نور الٰہی کو ترقی دے کر مستقل کر دیا گیا۔ یہ درست نہیں ہے ۸ دسمبر ۱۹۰۷ء کو شیخ نور الٰہی نہیں بلکہ شیخ نیاز علی کو ترقی دے کر مستقل کیا گیا تھا۔ انہیں غلط فہمی اس لیے ہوئی کہ علامہ اقبال کی جگہ شیخ نور الٰہی کا تقرر عمل میں آیا تھا چنانچہ علامہ کے مستعفی ہونے کے بعد انہیں بطور اسسٹنٹ پروفیسر مستقل کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں پنجاب گزٹ گیارہ دسمبر ۱۹۰۸ء حصہ اول میں ایک اعلان جاری ہوا جسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

The 3rd December

No. 359-Confirmation:- Shaikh Nur Ilahi M.A., Sub Protem, Assistant Professor of Philosophy, Govt. College, Lahore, in the grade of Rs. 200 of the Provincial Educational Service, is confirmed in his appointment and grade, with effect from the 4th October, 1905; vice Shaikh Mohammad Ikbal, M.A., Resigned.

J.C: Codley
Under Secretary to Government
Punjab, Home (Education)
Department.

لیکن تقریباً سب ہی اس حقیقت سے بے خبر ہے کہ جب علامہ اقبال کو ۲۵۰ روپے کے گریڈ میں ان کی غیر حاضری میں ترقی دی گئی تو ان کی جگہ شیخ

---

[1] مفکر پاکستان از محمد حنیف شاہد، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۵۷

نور الٰہی کو نہیں بلکہ شیخ نیاز علی اسسٹنٹ انسپکٹر آف سکولز راولپنڈی کو عارضی طور پر ترقی دے دی گئی۔ اس کا اعلان پنجاب گزٹ حصہ اول کی چودہ[۱۴] فروری ۱۹۰۸ء کی اشاعت میں ہوا جو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

The 31st Janurary
No.67-Promotion:- M. Niaz Ali, Assistant Inspector of Schools, Rawalpinid Circle, in the Rs. 200 grade, Provincial Educational Service, is promoted to the Rs. 250 grade. Sub-protem, with effect 8th December 1907, subject to the lien of M. Muhammad Iqbal.

J.C.Codley
Offg Under Secretary to Govt.
Punjab
Home (Education) Department

اس اعلان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ علامہ اقبال نے ۳۱ر جنوری ۱۹۰۸ء تک استعفیٰ نہیں دیا تھا۔ لہٰذا ڈاکٹر جاوید اقبال کا یہ خیال غلط ثابت ہو جاتا ہے کہ علامہ ۱۹۰۷ء کے آخر میں مستعفی ہو گئے تھے۔ البتہ ایک اور اعلان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ سات اپریل ۱۹۰۸ء تک مستعفی ہو چکے تھے۔ ہم وہ اعلان بھی ذیل میں درج کرتے ہیں:

The 7th April, 1908
No. 3260 - Confirmation :- In consequence of the resignation of Shaikh Muhammad Ikbal, M.A., Assistant Professor, Govt. College, Lahore, in the grade of Rs. 250. Shaikh Niaz Ali, Assistant Inspector of Schools, Rawalpindi Circule in the grade of Rs. 200 and subprotem in the grade of Rs. 250 is confirmed in the latter grade with effect-from the 8th December, 1907.

J.C. Codley
Offg. under Secretary to Govt.
Punjab
Home (Education) Department

ڈاکٹر جاوید اقبال نے غلطی سے یہ سمجھا کہ چونکہ نیاز علی ۸ر دسمبر ۱۹۰۷ء سے مستقل ہوتے ہیں اس لیے علامہ نے استعفیٰ اس تاریخ سے دیا ہوگا حالانکہ ۸ر دسمبر ۱۹۰۷ء شیخ نیاز علی کے ۲۵۰ روپے کے گریڈ میں عارضی تقرر کی تاریخ

ہے اور اسی تاریخ سے انہیں مستقل کیا گیا جیسا کہ شیخ نور الٰہی کو ان کی تاریخ تقرر یعنی ۴ اکتوبر ۱۹۰۵ء سے مستقل کیا گیا لہٰذا اب یہ طے ہو جاتا ہے کہ علامہ نے استعفیٰ ۳۱ جنوری اور ۷ اپریل ۱۹۰۶ء کے درمیان دیا۔ ڈاکٹر جہانگیر نے جرنل آف دی ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان کے اکتوبر ۱۹۷۷ء کے شمارہ میں علامہ اقبال کا استعفیٰ شائع کر دیا ہے یہ ڈی پی آئی کے نام ہے اور لندن سے ۲۲ جنوری ۱۹۰۸ء کو بھیجا گیا ہے یہ استعفیٰ اسسٹنٹ پروفیسر فلسفہ کی اسامی سے دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ یہ ۲۲ جنوری کے بعد موصول ہوا ہو گا اس پر ڈی پی آئی نے مختصر دستخط کر کے ۱۵ فروری کی تاریخ ڈالی ہے۔ یہ استعفیٰ اس تاریخ کے بعد کسی وقت بھی ۷ اپریل سے پہلے منظور کیا گیا ہو گا۔

علامہ اقبال یورپ سے ۲۷ جولائی ۱۹۰۸ء کو لاہور پہنچے۔ اس سے قبل وہ گورنمنٹ کالج کی ملازمت سے استعفیٰ دے چکے تھے۔ لہٰذا چیف کورٹ پنجاب میں بہ حیثیت ایڈووکیٹ رجسٹر ہونے کے لیے درخواست دے دی تھی مولانا عبدالمجید سالک نے غلطی سے یہ لکھ دیا تھا کہ:

"۲۲ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو علامہ اقبال نے چیف کورٹ میں درخواست دی کہ میرا نام وکلا کی فہرست میں درج کر لیا جائے۔"[1]

بعد میں آنے والے اس غلطی کو دہراتے رہے۔ چنانچہ ایم۔ ایس نازؔ[2] اور محمد حنیف شاہد[3] نے بھی یہی تاریخ لکھی ہے۔ ۲۹ اپریل ۱۹۱۰ء کے پنجاب گزٹ حصہ سوم میں چیف کورٹ کے ایڈووکیٹ صاحبان کے کوائف شائع ہوئے ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے یکم جولائی کو درخواست دی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے آنے سے قبل ہی ان کے نام سے درخواست دے دی گئی تھی۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے لکھا ہے کہ:

"۳ اکتوبر ۱۹۰۸ء سے اقبال کی بہ حیثیت ایڈووکیٹ انرولمنٹ

---

[1] ذکر اقبال ص ۶۵ [2] حیات اقبال ص ۹۴ [3] مفکر پاکستان ص ۱۰۵۶

ہو گئی۔ آپ کو چیف کورٹ پنجاب میں پریکٹس کرنے کی اجازت مل گئی"۔[1]

اس سے پہلے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھ چکے تھے کہ:

"۳۰ ر اکتوبر ۱۹۰۸ء کو ان کا نام عدالتِ عالیہ کے وکلاء کی فہرست میں شامل کر لیا گیا"۔[2]

یہ حقیقت ہے کہ ان کا نام رجسٹر کرنے کا حکم نامہ ۳۰ ر اکتوبر کو جاری کیا گیا جیسا کہ پنجاب گزٹ حصہ سوم کی چھ نومبر ۱۹۰۸ء کی اشاعت سے ظاہر ہوتا ہے مگر ان کا نام اس سے دس دن قبل رجسٹر ہو چکا تھا۔ اس کا ثبوت ہمیں پنجاب گزٹ حصہ سوم کی ۲۹ ر اپریل ۱۹۰۸ء اور ۲ ر مئی ۱۹۱۳ء کی اشاعتوں میں ملتا ہے جن میں ایڈووکیٹوں کے کوائف درج ہیں اور علامہ اقبال کے رجسٹر ہونے کی تاریخ ۲۰ ر اکتوبر ۱۹۰۸ء دی گئی ہے۔

علامہ اقبال نے لاہور میں وکالت شروع کر دی مگر جلد ہی دوبارہ ان کا تعلق گورنمنٹ کالج سے قائم ہو گیا۔ اس کا ذکر انہوں نے ایک خط میں بھی کیا ہے۔ انہیں معلوم ہوا کہ حیدر آباد ہائی کورٹ کی ججی کے لیے اور ناموں کے ساتھ ان کا نام بھی پیش کیا گیا ہے تو انہوں نے مہاراجہ کشن پرشاد کو ۱۵ اپریل ۱۹۱۷ء کو لکھا:

"اس جگہ کے لیے فلسفہ دانی کی چنداں ضرورت نہیں تاہم یہ کہنا ضروری ہے کہ اس فن میں میں نے ہندوستان اور یورپ کے اعلیٰ ترین امتحان انگلستان (کیمبرج) جرمنی (میونک) یونیورسٹیوں کے پاس کیے

---

[1] زندہ رود، حیاتِ اقبال کا وسطی دور، ص ۱۳۹

[2] سرگذشتِ اقبال ص ۶۷

ہیں۔ انگلستان سے واپس آنے پر لاہور گورنمنٹ کالج میں مجھے فلسفہ کا اعلیٰ پروفیسر مقرر کیا گیا تھا۔ یہ کام میں نے اٹھارہ ماہ تک کیا اور یہاں کی اعلیٰ ترین جماعتوں کو اس فن کی تعلیم دی۔ گورنمنٹ نے بعد ازاں یہ جگہ مجھے آفر بھی کی مگر میں نے انکار کر دیا۔ میری ضرورت گورنمنٹ کو کس قدر تھی، اس کا اندازہ اس سے ہو جائے گا کہ پروفیسری کے تقرر کی وجہ سے میں صبح کچہری نہ جا سکتا تھا۔ عجان ہائی کورٹ کو گورنمنٹ کی طرف سے ہدایت کی گئی کہ میرے تمام مقدمات دن کے پچھلے حصے میں پیش ہوا کریں۔ چنانچہ اٹھارہ ماہ اسی پر عمل ہوتا رہا۔ مگر اس عہدہ کے لیے جو حیدرآباد میں خالی ہوا غالباً عربی دانی کی زیادہ ضرورت ہو گی۔ اس کے متعلق یہ امر سرکار کے گوش گزار کرنا ضروری ہے کہ عربی زبان کے امتحانات میں میں پنجاب میں اوّل رہا ہوں۔ انگلستان میں مجھ کو عارضی طور پر چھ ماہ کے لیے لندن یونیورسٹی کا عربی کا پروفیسر مقرر کیا گیا تھا۔ واپسی پر پنجاب، اور الہ آباد کی یونیورسٹی میں عربی اور فلسفہ میں بی۔اے اور ایم۔اے کا ممتحن مقرر کیا گیا اور اب بھی ہوں۔ امسال الہ آباد یونیورسٹی کے ایم۔اے کے دو پرچے میرے پاس تھے۔ پنجاب میں بی۔اے کی کلاس کا ایک پرچہ اور ایم۔اے فلسفہ کے دو پرچے میرے پاس ہیں۔ علاوہ ان مضامین کے میں نے پنجاب گورنمنٹ کالج میں علم الاقتصاد، تاریخ اور انگریزی بی۔اے اور ایم۔اے کی جماعتوں کی پڑھائی (کی) ہے اور حکام بالا دست سے تحسین حاصل کی ہے۔"[1]

---

[1] شادو اقبال، مرتبہ: محی الدین قادری زور۔ سب رس کتاب گھر حیدرآباد ۱۹۴۲ء ص ۴۴-۴۵

To

The Director
Public Instruction
Punjab Lahore

E.S. 15-2-08

2204

Sir,

I beg permission respectfully to resign my post of Asst. Prof of Philosophy Government College Lahore from which leave of absence for three years (without pay) was granted to me on Oct: 1st 1905.

Private circumstances render it inexpedient for me to continue in the Teaching Profession & in enable impose me to adopt another profession. At the same time I desire to

P.T.O.

expressing my gratitude for the honour that was done me when the post was conferred upon me, and for the kind consideration that allowed me to retain a lien upon my appointment during the period of my studies in Europe.

I am,
Sir,
Your most obedient Servant
Sheikh Muhammad Iqbal M.A.
Asst. Professor of Phil.
Government College
Lahore –
on leave

C/o Messrs Thomas Cook & Son
Ludgate Circus
London E.C.

22nd Jan. 1908.

ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے لکھا ہے کہ آپ کچھ عرصہ تک گورنمنٹ کالج میں فلسفہ کے پروفیسر بھی رہے۔[1] ان کا یہ بیان علامہ کے خط سے ماخوذ ہے مگر اس زمانہ میں اعلیٰ پروفیسر کی کوئی اسامی نہ تھی۔ اس زمانہ میں اسسٹنٹ پروفیسر کو بھی پروفیسر ہی کہتے ہوں گے جیسا کہ آج کل لیکچرار کو پروفیسر کہتے ہیں۔ چونکہ اس مرتبہ علامہ کو پورا پروفیسر مقرر کیا گیا تھا اس لیے انہوں نے اس کے ساتھ اعلیٰ کا لفظ بھی لگا دیا۔ علامہ نے اپنے خط میں ملازمت کا زمانہ اندازاً تحریر کر دیا ہے ورنہ وہ اس سے کم عرصہ ملازمت پر رہے۔ ان کے اس بیان کے پیش نظر مولانا سالک[2] اور طاہر فاروقی[3] صاحب نے بھی مدّتِ ملازمت اٹھارہ ماہ ہی لکھی ہے۔ مولانا سالک کے بیان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ علامہ کے پیریڈ صبح ۶ بجے سے ۹ بجے تک تھے چنانچہ یہ بات بھی درست معلوم نہیں ہوتی کہ علامہ کے مقدمات دن کے پچھلے پہر سُنے جاتے تھے کیونکہ وہ گورنمنٹ کالج میں تو صرف نو بجے صبح تک مصروف تھے۔

۱۹۰۸ء میں مسٹر جی۔ ایس برٹ غیر معمولی رخصت پر چلے گئے تو ان کی جگہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو مسٹر آسٹن وائٹ جیمز بی۔ اے کو مقرر کیا گیا مگر کچھ عرصہ بعد ہی مسٹر جیمز کا انتقال ہو گیا اور فلسفہ کے پروفیسر کی اسامی ایک بار پھر

۱۔ اقبال گورنمنٹ کالج میں (راوی، ۱۹۳۸ء ص ۱۴)

۲۔ ذکر اقبال ص ۶۵

۳۔ سیرت اقبال ص ۳۵

۴۔ ذکر اقبال ص ۶۵ نیز — لیٹرز آف اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار ص ۸۹

خالی ہو گئی۔ اس اسامی پر علامہ اقبال کا تقرر ۱۷ مئی ۱۹۰۹ء کو تا حکم ثانی پانچ صد روپیہ ماہوار پر کیا گیا مگر آپ نے چارج نہیں لیا لہٰذا ایک اور اعلان کے ذریعے جو ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو کیا گیا آپ کا تقرر ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو عمل میں آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ۱۲ اکتوبر کو چارج لیا ہو گا۔ ان کی یہ ملازمت عارضی نوعیت کی تھی مگر مسٹر برٹ کے مستعفی ہو جانے کی وجہ سے یہ سلسلہ طول پکڑ گیا بالآخر حکومت نے مسٹر ایل پی سانڈرز کی خدمات بمبئی سے پنجاب میں منتقل کر دیں اور انہوں نے یکم جنوری ۱۹۱۱ء قبل از دوپہر علامہ اقبال کو فارغ کر دیا چنانچہ اس مرتبہ علامہ نے ایک سال دو ماہ اور بیس دن کام کیا۔ اٹھارہ ماہ کی مدت علامہ نے اندازاً لکھی تھی جو درست سمجھ لی گئی اور اس سلسلہ میں تحقیق سے کام نہ لیا گیا۔

محمد حنیف شاہد نے لکھا ہے :

"راقم کی تحقیق کے مطابق آپ نے یورپ سے واپسی کے بعد ایک سال سات ماہ اور چودہ دن (یعنی ۱۹ ماہ چودہ دن) خدمات انجام دیں۔"[۱]

مگر یہ بیان بھی درست نہیں۔ محمد حنیف شاہد نے ان کی ملازمت کو ۱۷ مئی سے شمار کیا ہے۔ ۱۲ مئی کے اعلان میں ان کے تقرر کو سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا کی منظوری سے مشروط کیا گیا ہے۔ غالباً علامہ نے کہا ہو گا کہ پہلے منظوری حاصل کر لیں۔ پھر تعطیلات بھی قریب تھیں لہٰذا ——— ایک اور حکم کے ذریعے علامہ کو ۱۲ اکتوبر سے تعینات کیا گیا اور اس کا اعلان ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو ۵ نومبر ۱۹۰۹ء کے گزٹ حصہ اول میں کیا گیا۔

ڈاکٹر عبداللہ چغتائی اپنے مضمون میں علامہ کے نوکری چھوڑنے کے بارے

---

[۱] مفکر پاکستان ص ۱۶۸

میں رقم طراز ہیں :

"اس زمانے میں انڈین سول سروس زیادہ تر انگریزوں کے لیے مخصوص تھی۔ گورنمنٹ نے اقبال کو یہ اعلیٰ اسامی پیش کی مگر آپ نے اسے قبول نہیں کیا اور بیرسٹری کے آزاد پیشے کو پسند کیا۔ آپ طبعاً ملازمت کو پسند نہیں کرتے تھے آپ نے ایک مرتبہ اپنے بھتیجے شیخ اعجاز احمد کو ملازمت کے متعلق بطور مشورہ جواب میں لکھا اور ملازمت سے اپنے اجتناب کو اس طرح ظاہر فرمایا :

" ایک مرتبہ طالب علموں کی حاضری کے متعلق پرنسپل گورنمنٹ کالج لاہور نے مجھ سے اس طرح گفتگو کی جیسے کوئی کلرک سے کرتا ہے اس لیے اس دن سے ملازمت سے طبیعت بیزار ہوگئی اور ارادہ کرلیا کہ جہاں تک ہوسکے گا ملازمت سے پرہیز کروں گا۔" [۱]

یہ بیان بعض اعتبار سے محلِ نظر ہے۔ علامہ اقبال پروفیسر کے پیشہ کو پسند نہ کرتے ہوں گے اور اس کی ایک وجہ وہی ہو سکتی ہے جو ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی نے تحریر فرمائی ہے کیونکہ جب انہیں قانون کی پروفیسری کی پیشکش کی گئی تو انہوں نے اس پرنجی کو ترجیح دی۔ وہ ۱۴ ؍ اگست ۱۹۱۷ء کو مہاراجہ سرکشن پرشاد کو لکھتے ہیں :

"حیدری صاحب نے جیسا کہ میں نے گزشتہ عریضے میں عرض کیا تھا مجھے قانون کی پروفیسری پیش کی ہے اور یہ پوچھا ہے کہ اگر پرائیویٹ پریکٹس کی بھی ساتھ اجازت ہو تو کیا تنخواہ لو گے مجھے یہ معلوم نہیں کہ

---

۱ علامہ اقبال کا گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلق، راوی ۱۹۳۸ء ص ۱۴-۱۵

میر مجلسی عدالت عالیہ کی اسامی خالی ہے۔ نہ اس کے متعلق انہوں نے اپنے خط میں اشارہ کیا ہے لیکن اگر ایسا ہو جائے تو میں اسے قانون کی پروفیسری اور پرائیویٹ پریکٹس پر ترجیح دوں گا۔ آپ حیدری صاحب سے ملیں تو برسبیل تذکرہ ان کی توجہ اس طرف دلائیں یعنی اگر سرکار اُن سے یہ تذکرہ کرنا مناسب خیال کریں تو۔ ممکن ہے کہ آپ کا ان سے پہلے اس امر کے متعلق تذکرہ آ بھی چکا ہو۔ اگر ایسا اتفاق نہ ہوا ہو اَور اگر سرکار اسے مناسب تصور فرمائیں تو اب وقت ہے کہ انہوں نے خود ملازمت کے لیے مجھے لکھا ہے۔ اس قسم کے تذکرہ کے لیے نہایت موزوں معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال یہ سب کچھ سرکار کی رائے پہ منحصر ہے"۔ [1]

مہاراجہ سرکشن پرشاد کے نام ان دونوں خطوط سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ملازمت کے خلاف نہ تھے۔ ان خطوں اور حکومت کے اعلانات کی موجودگی میں مولانا سالکؔ کا یہ بیان بھی درست نہیں ہے:

"کالج سے یہ تعلق بلاشبہ عارضی تھا لیکن کوئی ڈیڑھ سال تک جاری رہا۔ آخر حضرت علامہ نے اس سے خود استعفیٰ دے دیا اور اپنے دوستوں اور ملازموں کے استفسار پر فرمایا کہ میں اب سرکاری ملازمت نہیں کر سکتا تاکہ جو کچھ کہنا چاہتا ہوں بے تکلف کہہ سکوں"۔ [2]

ظاہر ہے کہ حضرت علامہ نے خود استعفیٰ نہیں دیا تھا بلکہ ان کی ملازمت

---

[1] شاد و اقبال ص ۶۱

[2] ذکر اقبال ص ۶۶

عارضی تھی اور مسٹر ساڈنرز کے آنے پر ختم ہو گئی۔ ان کی ملازمت ڈیڑھ سال نہیں بلکہ ایک سال دو ماہ بیس دن رہی ملازمت چھوڑنے کی وجہ یہ نہیں ہو سکتی کہ وہ جو کچھ کہنا چاہیں کہہ سکیں کیونکہ ۱۹۱۷ء میں ہی وہ دوبارہ ملازمت کے بندھن میں گرفتار ہونے کی خواہش کرتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جج کے لیے پروفیسر کی نسبت اظہار خیال پر زیادہ پابندی ہوتی ہے۔

سیرتِ اقبال میں پروفیسر طاہر فاروقی نے لکھا ہے کہ:

"۱۹۱۷ء میں سر اکبر حیدری نے آپ کو قانون کی پروفیسری کے لیے حیدرآباد بلانا چاہا اور لکھا تھا کہ آپ کو پرائیویٹ پریکٹس کی بھی اجازت ہو گی مگر آپ نے انکار کر دیا۔"[۱]

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ علامہ نے انکار نہیں کیا تھا بلکہ صرف ججی کو ترجیح دی تھی۔ بعد میں سر اکبر حیدری نے اس سلسلہ کو آگے نہیں بڑھایا چنانچہ علامہ اقبال نے مہاراجہ سر کشن پرشاد کو ۷ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو لکھا:

"گرما کی تعطیلوں میں حیدرآباد کا سفر آسان تھا اور اب یہ سفر قریباً دو ہزار روپیہ کے نقصان کا مترادف ہے۔ اگر حیدری صاحب کے خطوط سے کوئی امید خاص میرے دل میں پیدا ہوتی تو میں اس نقصان کا متحمل ہو جاتا لیکن اس وقت تک جو خط ان کی طرف سے آئے ہیں ان میں کوئی خاص بات نہیں۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے مجھ سے تنخواہ کے بارے میں استفسار کیا تھا جس کا جواب میں نے ان کو دے دیا تھا۔ علاوہ اس کے مجھے اور ذرائع سے معلوم ہوا کہ ابھی میری وہاں ضرورت

---

[۱] سیرتِ اقبال ص ۳۶

بھی نہیں۔ حیدری صاحب اس وقت مجھے صرف اس واسطے بُلاتے ہیں کہ یونیورسٹی کے متعلق مجھ سے گفتگو کریں اور نیز ملاقات کے لئے اور کوئی غرض ان کے خطوط سے معلوم نہیں ہوتی۔ محض اس غرض سے کہ وہ مجھ سے یونیورسٹی اسکیم کی مفصل گفتگو کریں یا محض ان کی ملاقات کے لئے میں اپنے موجودہ حالات میں اس قدر اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

علامہ اقبال گورنمنٹ کالج سے رخصت ہوئے تو ایک اجلاس کا اہتمام کیا گیا جس میں انہوں نے رابرٹ براؤننگ کی شاعری کے بارے میں اظہارِ خیال کیا۔ جنوری ۱۹۱۱ء کے راوی میں کالج نیوز کے عنوان سے مندرجہ ذیل نوٹ شائع ہوا۔

We are sorry to have to bid farewell to Dr. Iqbal. He will be much missed but we hope he will remain closely in touch with the college of which he is so distinguished aluamnus before leaving, he delivered an address to the college on the subject of Robert Browning's poetry. (Page 8)

(ترجمہ) "ہمیں افسوس ہے کہ ہمیں ڈاکٹر اقبال کو الوداع کہنا پڑا ہمیں ان کی یاد اکثر آئے گی مگر ہمیں اُمید ہے کہ وہ کالج سے رابطہ برقرار رکھیں گے۔ کیونکہ وہ اس کالج کے ممتاز طالب علم رہے ہیں۔ جانے سے انہوں نے کالج میں رابرٹ براؤننگ کی شاعری کے موضوع پر خطاب کیا۔"

علامہ اقبال ۱۹۱۸ء میں اسلامیہ کالج میں پروفیسر ہیگ کے انتقال کر جانے کی وجہ سے دو ماہ پڑھاتے رہے۔ یہ ان کی باقاعدہ ملازمت نہیں ہے وہ ایک خط میں اکبر الٰہ آبادی کے نام ۲۸ نومبر ۱۹۱۸ء کو لکھتے ہیں:

"اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر فلسفہ ڈاکٹر ہیگ چیچک کی بیماری سے دفعتاً انتقال کر گئے اور انجمن حمایت اسلام لاہور کے اصرار

---

۱ شاد و اقبال ص ۶۶

پر دو ماہ کے لیے کالج کے ایم۔ اے کی جماعت مجھ کو لینی پڑی۔ امید ہے دو ماہ تک پروفیسر مل جائے گا۔ یہ لڑکے ہر روز شام کو میرے مکان پر آجاتے ہیں۔ دن میں جو تھوڑی بہت فرصت ملتی ہے اس میں ان کے لیکچر کے لیے کتب دیکھتا ہوں"[1]

---

[1] اقبال نامہ حصہ دوم ناشر شیخ محمد اشرف ناشر کتب لاہور ۱۹۵۱ء ص ۷۴-۷۳

اقبال اور پنجاب یونیورسٹی

علامہ اقبال کا پنجاب یونیورسٹی سے تعلق کئی حیثیتوں سے رہا ہے۔ انہوں نے مڈل سے ایم۔ اے تک کے امتحانات یہیں سے پاس کیے۔ وہ پنجاب یونیورسٹی کے ملازم رہے ممتحن کے فرائض انجام دیتے رہے، سینیٹر مقرر کیے گئے اکیڈیمک کونسل کے ممبر رہے اور نصاب سازی کے کام میں بھی شامل رہے۔ پنجاب یونیورسٹی نے انہیں ڈی لٹ کی ڈگری سے بھی نوازا۔ اس اجمال کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے۔

علامہ اقبال نے پنجاب یونیورسٹی سے جو امتحانات پاس کیے اُن کا ذکر ہم اپنے مضمون طالب علم اقبال میں کر چکے ہیں۔ اسی طرح ان کی ملازمت کا تذکرہ بھی اقبال کا سلسلۂ ملازمت کے عنوان سے کیا جا چکا ہے۔ ان کی ان دونوں حیثیتوں کا ذکر اکثر کتابوں میں ملتا ہے مگر ان کے باقی کاموں کو عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

علامہ اقبال کو ۱۹۱۰ء میں پنجاب یونیورسٹی کا فیلو مقرر کیا گیا اور وہ اس حیثیت سے وہ یونیورسٹی کے ساتھ ۱۹۳۳ء تک وابستہ رہے۔ ان کی اس حیثیت کا ذکر ان کی سوانحی کتابوں میں تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ مولانا عبدالمجید سالک نے اس طرف اشارہ تک نہیں کیا۔ ان کے صاحبزادے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید

نے ۱۹۷۷ء میں سرگذشتِ اقبال کے نام سے اقبال اکیڈمی کے لیے جو کتاب لکھی اس میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے۔ اقبال اکیڈمی نے اس کے دو سال بعد نذیر نیازی کی کتاب "دانائے راز" شائع کی مگر اس میں بھی اقبال کے پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ اس تعلق کو بیان نہیں کیا گیا۔ علامہ اقبال کے فرزند ارجمند ڈاکٹر جسٹس جاوید اقبال نے زندہ رود کے نام سے علامہ اقبال کے سوانحی حالات مرتب کیے ہیں۔ اس کتاب کا دوسرا حصہ جو ۱۹۲۵ء تک کے حالات پر محیط ہے ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ اس میں صرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حنیف شاہد کی کتاب مفکرِ پاکستان میں اس کا مختصر تذکرہ ملتا ہے مگر بعض باتیں وہاں اصلاح طلب ہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

"یہ امر قابل ذکر ہے کہ اقبال پنجاب یونیورسٹی کے فیلو اس وقت نامزد ہوئے جس وقت وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ کے قائم مقام پروفیسر تھے۔ کالج سے علیحدہ ہونے کے بعد بھی ان کا تعلق پنجاب یونیورسٹی سے قریباً وفات تک قائم رہا۔"[1]

اس بیان سے یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ اپنی وفات یعنی ۱۹۳۸ء تک پنجاب یونیورسٹی کے فیلو رہے ہوں گے حالانکہ وہ ۲۵ ستمبر ۱۹۳۷ء کے ایک خط میں خواجہ غلام السیدین کو لکھتے ہیں کہ "پنجاب یونیورسٹی سے اب میرا کوئی تعلق نہیں"[2] سینیٹ کے آخری اجلاس جس میں علامہ کی شرکت کا پتہ چلتا ہے وہ ہیلی ہال میں ۸ر نومبر ۱۹۳۰ء کو ساڑھے چار بجے شام منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت

---

[1] مفکرِ پاکستان از محمد حنیف شاہد، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۲ء ص ۱۷۸

[2] اقبال نامہ حصہ اول مرتبہ: شیخ عطاءاللہ ایم اے ناشر: شیخ محمد اشرف تاجر کتب لاہور ص ۳۲۳

اے۔سی ولنز دالٹس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے کی تھی۔ دراصل علامہ اقبال کو ۱۶ر مارچ ۱۹۳۰ء کو پنجاب یونیورسٹی کا عام فیلو نامزد کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں ۶ر مارچ ۱۹۳۰ء کو ایک اعلان جاری ہوا جسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:

Educ tion
The 6th March 1930

No. 1118:- In exercises of the Powers rested in him under section 6 (2) (c) of the Indian universities Act 1904, the chancellor of the Punjab University is pleased to re-nominate Dr. Sir Muhammad Iqbal, Kt, M.A., Ph. D. M.L.U., Bar-at-Law Lahore to be an ordinary Fellow of the said University with effect from 16th of March 1930.

R. Lawrence, Major
Private Secretary to His Excellency
The governer of the Punjab.

انڈین یونیورسٹی ایکٹ ۱۹۰۴ء کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام فیلو کی تقرری تین سال کے لیے ہوتی تھی۔ تین سال کے خاتمے کے بعد ہر سال ۱/۵ فیلو کے نام قرعہ اندازی کے ذریعے معلوم کیے جاتے تھے اور ان کی جگہ نئے فیلو مقرر کیے جاتے تھے۔ اگر کوئی فیلو سات سال تک برقرار رہے تو اس کے بعد فیلوشپ خود بخود ختم ہو جاتی تھی۔ اس کے علاوہ ایکٹ میں ایک اور شق بھی تھی کہ اگر کوئی فیلو کانووکیشن کے علاوہ کسی دوسری باقاعدہ میٹنگ میں شریک نہ ہو تو اسے

چانسلر فیلو شپ سے ہٹا سکتے تھے۔ علامہ اقبال ۱۹۳۰ء میں دوبارہ فیلو نامزد ہوئے تھے۔ ۱۹۳۳ء تک تو وہ فیلو رہے ہوں گے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سینٹ کی کارروائیوں سے مطمئن نہ تھے اور ان کی صحت بھی خراب رہنے لگی تھی اس لیے وہ ۱۹۳۱ء سے ہی مختلف اجلاسوں میں شریک نہیں ہوئے۔ ۱۹۳۰ء تک وہ ہر سال باقاعدگی سے سینٹ کے اجلاسوں میں شریک ہوتے رہے۔ ۱۹۳۰ء میں دوبارہ فیلو نامزد ہوئے مگر ۱۹۳۱ء سے ان کی سینٹ کے اجلاسوں میں شمولیت کا سراغ نہیں ملتا۔ اس لیے اس سن کے بعد ان کا یونیورسٹی سے فیلو شپ کا تعلق ختم سمجھنا چاہیئے۔ اگرچہ وہ تین سال کے لیے نامزد ہوئے تھے مگر انہوں نے عملاً اس تعلق کو پہلے ہی ختم کر لیا۔ یونیورسٹی کے ممتحن کی حیثیت سے بھی وہ ۱۹۳۲ء تک ہی کام کرتے رہے۔ اس کے بعد پنجاب گزٹ میں ان کی بحیثیت ممتحن تقرری کا ذکر نہیں ملتا۔

محمد حنیف شاہد نے یہ بھی غلط لکھا ہے کہ علامہ اقبال نے علالت کے باعث یونیورسٹی فیلو شپ سے استعفیٰ دے دیا تھا جسے پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ نے ۱۵ رجنوری ۱۹۲۶ء کے اجلاس میں منظور کیا۔[1] اول تو فیلو کا استعفیٰ سنڈیکیٹ نہیں سینٹ منظور کرتی تھی۔ دوسرے انہوں نے فیلو شپ سے استعفیٰ دیا ہی نہیں۔ محمد حنیف شاہد کو غلط فہمی ہوئی ہے انہوں نے اپنی اس اطلاع کے لیے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس لیے اس کی تصدیق ممکن نہیں۔ علامہ اقبال نے اگر استعفیٰ دیا ہوتا اور وہ ۱۵ رجنوری ۱۹۲۶ء کے اجلاس میں منظور ہوا ہوتا تو وہ ۲۷ رمارچ ۱۹۲۶ء کے اجلاس میں شریک نہ ہوتے۔[2]

---

[1] مفکر پاکستان ص ۱۹۱
[2] پنجاب گزٹ حصہ سوم مورخہ ۷ رمئی ۱۹۲۶ء ص ۵۲-۱۵۳

جیسا کہ بیان کیا گیا علامہ اقبال ۱۹۱۰ء میں پنجاب یونیورسٹی کے فیلو مقرر ہوئے
اس سلسلے میں، پنجاب گزٹ ۴ مارچ ۱۹۱۰ء کے صفحہ ۱۳۰ (حصہ اول) پر ایک
اعلان شائع ہوا۔ اس اعلان کو بھی ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

General
The 2nd March 1910

No. 343 Notification:- In exercise of the powers conferred on him by clause 2(c) of section 6 of the indian Universties Act 1904 (VIII of 1904)the chancellor of the Punjab University is pleased to nominate the following gentlemen to the Fellows of the Punjab University.

1. Sheikh Muhammad Iqbal Ph.D Acting Professor of Philosophy Govt College Lahore.
2. Bhai Gopal Singh Chawla Professor Government College Lahore.
3. Mr. M.G.V. Cole Principle Khalsa College Amritsar
4. Sheikh Abdul Qadir Barister-at-Law Lahore.
5. M. Abdul Aziz, Principal, Islamia College, Lahore.

E.D. Maclagan,
Cheif Secretary to Govt of Punjab.

۷ نومبر ۱۹۲۴ء کے سنڈیکیٹ کے اجلاس میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جسے
اس بات پر غور کرنا تھا کہ یونیورسٹی میں منتخب عناصر کو بڑھایا جائے اور نتیجتہً
اس کے گورننگ اور مشاورتی اداروں میں تبدیلیاں تجویز کی جائیں۔ اس کمیٹی
کے چیئرمین اس وقت کے وائس چانسلر سر جون مینارڈ تھے۔ علامہ اقبال
کو بھی کمیٹی کا رکن منتخب کیا گیا۔ ان کے علاوہ سردار بہادر سنگھ مجیٹھہ، بخشی
ٹیک چند، ڈاکٹر خواجہ شجاع الدین، اے۔ ایس ہیمی اور ڈاکٹر ای۔ ڈی لوکس

اس کے رکن تھے۔ اس کمیٹی کی رپورٹ نہیں مل سکی۔

فیلو کی حیثیت سے علامہ اقبال نے مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھا اور کانفرنس کی علمی فضا کو بہتر بنانے کی بھی کوشش کی چنانچہ انہوں نے کوشش کی کہ مولانا سید سلیمان ندوی پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں ہیڈ پرشین ٹیچر کی جگہ تشریف لے آئیں۔ اس وقت اس اسامی کی تنخواہ ایک سو بیس روپے تھی۔ سنڈیکیٹ نے منظوری دے دی تو علامہ نے سید سلیمان ندوی کو خط لکھ دیا[1] مگر سید سلیمان ندوی نے انکار کر دیا۔ اس پر علامہ نے انہیں لکھا:

"مجھے یہ معلوم تھا کہ آپ کوئی ملازمت قبول نہ کریں گے مگر سنڈیکیٹ کے بعض ممبروں کی تعمیل ارشاد میں آپ کو لکھنا ضرور تھا۔ کسی قدر خود غرضی کا شائبہ بھی میرے خط میں تھا۔ وہ یہ کہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح پنجاب والوں کو صوبہ متحدہ کے علماء و فضلا سے اس سے پیشتر فائدہ پہنچا ہے اب بھی وہ سلسلہ آپ کے یہاں رہنے سے بدستور جاری رہے۔

مولانا شبلی مرحوم کی زندگی میں میں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح مولانا مرحوم پنجاب میں مستقل طور پر اقامت گزین ہو جائیں مگر مسلمان امرا میں مذاق علمی مفقود ہو چکا ہے۔ میری کوشش بار آور نہ ہوئی۔"[2]

۱۹۳۲ء میں جب پروفیسر جے۔ ایس ریوس پنجاب یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر مقرر ہوئے تو انہوں نے تجویز پیش کی کہ بی۔ اے پاس کورس

---

[1] روح مکاتیب اقبال مرتبہ: محمد عبداللہ قریشی، اقبال اکیڈمی لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۵۷

[2] اقبال نامہ جلد اول ص ۷۶ - ۷۵

سے اسلامی تاریخ کو حذف کر دیا جائے۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں کہ اس تجویز پر شدید اختلاف رائے پیدا ہوا اور یہ سینٹ میں صرف ایک ووٹ کی اکثریت سے پاس ہوئی۔[1] ہم بیان کر چکے ہیں کہ علامہ اقبال اس وقت سینٹ کے ممبر ہوں گے اگر وہ اجلاس میں شریک ہوتے تو یقیناً یہ تجویز منظور نہ ہوتی کیونکہ جب انہیں اس تجویز کے منظور ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے مسلم انسٹی ٹیوٹ کے جلسہ میں جس کی وہ صدارت کر رہے تھے، اسے ایک شرارت قرار دیا اور کہا کہ مسٹر برووس کا یہ استدلال درست نہیں کہ ہندوستانیوں کو صرف اپنی تاریخ پڑھنی چاہیئے کیونکہ تاریخ اجتماعی حیثیت سے انسانی روح کی ایک حرکت ہے۔ اس جلسے میں یہ قرارداد بھی منظور کی گئی کہ تمام دینی درس گاہیں اسلامی تاریخ کو اپنے نصاب کا جزو لاینفک قرار دیں علامہ اقبال نے مسٹر برووس کی شرارت کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

"اب میں نفس مضمون پر متوجہ ہوتا ہوں ۱۹۲۳ء سے قبل اسلامی تاریخ نصاب میں شامل نہ تھی۔ غالباً ۱۹۲۳ء میں اسے بی اے کے پاس نصاب میں شامل کیا گیا تھا۔ پاس اور آنرز دو جداگانہ کورس ہیں مسٹر برووس کی تجویز ہے کہ اسے پاس کورس سے خارج کیا جائے اور آنرز اور ایم اے میں اسلامی تاریخ قائم رہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنرز اور ایم اے میں اس مضمون کو بہت کم طلباء لیتے ہیں۔ پاس کورس میں طلباء کی زیادہ تعداد ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کورس سے اسلامی تاریخ کو خارج کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ عقل انسانی عجب شرارت پر اُتر

---

[1] سرگذشتِ اقبال از عبدالسلام خورشید، اقبال اکیڈیمی لاہور ۱۹۷۷ء ص ۳۸۸

آئے تو اپنے اندرونی جذبات اور محرکات سے کام لے کر اپنے مقصد کی تکمیل پر متوجہ ہو جاتی ہے۔ ہمیں اس نوع کے جذبات سے متاثر نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ ایک علمی مسئلہ ہے لہٰذا دلائل کا جواب دلائل سے دینا چاہیئے۔

مسٹر بروس کی رپورٹ جو شائع ہوئی تھی، میری تحقیقات کے بموجب اس میں چند غلطیاں رہ گئی ہیں۔ انہوں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ نصاب کے لیے عمدہ کتابیں نایاب ہیں یا قابل پروفیسر نہیں ملتے۔ اگر وہ یہ دعویٰ کرتے تو یہ خود ان کی جہالت کی دلیل ہوتی۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ ہندوستان کے لوگوں کو ہندوستان کی تاریخ پڑھنی چاہیئے میرے نزدیک یہ دعویٰ غلط ہے کہ کسی قوم کی تاریخ کو اس کی تاریخ نہ سمجھا جائے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تاریخ اجتماعی حیثیت سے انسانی روح کی ایک حرکت ہے۔ روحِ انسانی کا کوئی ماحول نہیں بلکہ تمام عالم اس کا ماحول ہے۔ اگر اسے کسی قوم کی ملکیت سمجھا جائے تو یہ تنگ نظری کا ثبوت ہے[1]

فیلو کی حیثیت سے وہ کونسل آف سٹیٹ کے ووٹر بھی تھے[2] اس زمانے میں ایک خاص اہلیت کے لوگ ہی کونسل آف سٹیٹ کے ووٹر ہو سکتے تھے۔ محمد حنیف شاہد نے یہ غلط لکھا ہے کہ وہ کونسل آف سٹیٹ کے ممبر تھے[3]

اس زمانے میں پنجاب یونیورسٹی میں اورینٹل، آرٹس، قانون، طب، اور سائنس کی فیکلٹیز تھیں۔ ان فیکلٹیز میں مختلف فیلوز کا تقرر کیا جاتا تھا۔

۱؎ گفتارِ اقبال مرتبہ محمد رفیق افضل۔ ادارہ تحقیقات پاکستان، لاہور ص ۱۵۳

۲؎ پنجاب گزٹ حصہ سوم یکم اگست ۱۹۲۲ء ص ۱۵۲

۳؎ مفکر پاکستان از محمد حنیف شاہد ص ۲۶۲ نیز راقم کا مضمون اقبال اینڈ کونسل آف سٹیٹ مطبوعہ اقبال ریویو۔ اکتوبر ۱۹۸۲ء

سنڈیکیٹ نے اپنے ۲۶ مارچ ۱۹۱۱ء کے اجلاس میں علامہ اقبال کا تقرر اورئینٹل آرٹس فیکلٹیز میں کیا۔ شیخ عبدالقادر کو اورئینٹل اور قانون کی فیکلٹیز میں رکھا گیا۔ اس وقت ریورنڈ جے۔ سی۔ آر یوئنگ وائس چانسلر تھے۔

علامہ اقبال آرٹس اور اورئینٹل فیکلٹیز کے مختلف اجلاسوں میں شرکت کرتے رہے مگر ان کا زیادہ تعلق اورئینٹل فیکلٹی سے ہی رہا۔ آرٹس فیکلٹی سے ان کا تعلق ۱۹۲۶ء میں ختم ہو گیا جب سنڈیکیٹ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء کو سفارش کی کہ ان کا تقرر آرٹس فیکلٹی سے ختم کر دیا جائے۔[1] وہ بورڈ آف سٹڈیز ان فلاسفی کے بھی ممبر رہے اور اس کے مختلف اجلاسوں میں شرکت کرتے رہے۔

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں علامہ اقبال کو ۱۹۱۱ء میں اورئینٹل فیکلٹی کا رکن نامزد کیا گیا۔ اپنی اس حیثیت کی بنا پر وہ اس فیکلٹی کے بورڈ آف سٹڈیز میں بھی کام کرتے رہے۔ ۱۹۱۳ء میں فارسی اور عربی کے بورڈ آف سٹڈیز کے کنوینر تھے۔ جسٹس شاہ دین اس وقت بورڈ کے چیئرمین تھے بورڈ کا ایک اجلاس ۱۲ دسمبر ۱۹۱۳ء بوقت ۳۰-۵ بجے شام سینٹ ہال میں ہوا۔ اس میں علامہ اقبال اور جسٹس شاہ دین کے علاوہ صرف مولوی محمد حسین شامل تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس اجلاس کی تمام کارروائی علامہ کی مرضی کے مطابق ہوئی ہوگی اور انہی کی تحریر کردہ ہے لہٰذا ہم اس کا ترجمہ درج کرتے ہیں:

ضمیمہ اے نمبر ۴[2]

عربی اور فارسی کے بورڈ آف سٹڈیز کی کارروائی جو سینٹ ہال لاہور میں ۱۲ دسمبر ۱۹۱۳ء بوقت پانچ بج کر تیس منٹ شام بروز جمعتہ المبارک

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم ۹ مارچ ۱۹۲۶ء ص ۹۷۔

[2] " " مورخہ ۳ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۹۶۵

منعقد ہوا۔

حاضرین

آنریبل مسٹر جسٹس ایم۔ محمد شاہ دین بی۔ اے، کے بی، بار ایٹ لا (صدر)

ایم محی حسین ایس۔ یو

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے، پی ایچ۔ ڈی، بار ایٹ لا (کنوینر)

۱۔ نئے فارسی کے میٹرک کے کورس کے لیے سب کمیٹی نے جو انتخاب کیا، اسے بورڈ کے سامنے رکھا گیا۔ بورڈ نے یہ انتخاب بعض ترامیم کے ساتھ منظور کر لیا (دیکھیں ضمیمہ)

۲۔ زیادہ تر اقتباسات مختلف کلاسیکل ادبا سے لیے گئے ہیں جبکہ دو کلائے مرافعہ (نثر) اور عندلیب (شاعری) جدید مصنفین سے لیے گئے ہیں۔

توثیق — محمد اقبال

شاہ دین (چیئرمین) — کنوینر

جس ضمیمہ کا اس اجلاس میں ذکر کیا گیا ہے۔ اسے بھی یہاں نقل کیا جاتا ہے:

ضمیمہ[۱]

میٹرک کا فارسی کورس

حصہ نثر

		صفحہ
تزک بابری	در بیان ہندوستان و نباتات آن صفحہ ۱۹۲-۲۰۱	۱۰
مآثر الامرا	حالات مرزا عبدالرحیم خان خاناں جلد اول صفحہ ۶۹۳-۷۱۲	۲۰
انوار سہیلی	باب اول در اجتناب نمودن از استماع قول ساعی و	

۱۔ پنجاب گزٹ حصہ سوم مورخہ ۳ ر جولائی ۱۹۱۴ء ص ۹۶۶

	تمام رائے داشیم (......) ہر کنار چناں کند کہ شاید	۲۰
تزکِ جہانگیری	از صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۱ سطر ۲ از عنایاتِ بیغایاتِ الٰہی بامضا گردید	۱۰
رقعاتِ عالمگیری	۱۰ رقعات	۱۰
بہارستانِ جامی	روضۂ ہفتم۔ حالاتِ شعرا یعنی رودکی۔ دقیقی۔ عنصری الخ	۱۰
وکلائے مرافعہ	تمام ورسہ مجالس	۵۰
	میزانِ صفحاتِ نثر	۱۳۰

حصۂ نظم

ناصر خسرو	قصیدہ فی النصیحہ آئے شدہ مشغول بہ کارِ جہاں	۲
قطعاتِ ابنِ یمین	(۱) دلا تا چند با دنیا پرستی (۲) گر خود بار تست ابن یمین (۳) گر جہانِ دست تو بربود (۴) ہر کہ رنجے کشید و گنج نہاد (۵) چیزیکہ رفتہ است مکن یاد او دگر (۶) ہر کہ در کار خویش مشورہ کرد (۷) اے دل ازیں جہاں اگرت رائے رفتن است۔ (۸) اے دل اگر زمانہ بصد غم نشاندہ است (۹) اے دل غم جہان مخور ایں نیز بگذرد (۱۰) مرد باید کہ ہر کجا باشد (۱۱) گفتم کہ بکوشش نتواں یافت در آفاق (۱۲) از ہنر مرد بہرہ ور گردد (۱۳) اے پسر ہم نشیں اگر خواہی	۶
قطعاتِ امیر خسرو دہلوی		

صفحہ ۵۶ھ حسن اخلاق از خرد مندان توان کردن طلب
" ۵۷ھ نہ رسم عقل بود نے طریق دانائی
1 " ۵۸ھ زافسردگان مجرا ثر زندگی دل
" ۵۹ھ روشن دلان صاف درون را خلل بود

عندلیب قصیدہ در توحید باری تعالیٰ

اے شدہ نطق از برائے ذکر ترا گویا صفحہ ۳
حبذا بہ ملک ایران اے خوشا آن خاکدان صفحہ ۲۸
اے ذکر تو سرمایہ گفتار زبانہا صفحہ ۳۰ غزل
دریغا می نہ دانستم طریق زندگانی را صفحہ
12 از یار دور ماندہ ام وز وطن جدا صفحہ ۳۶
اے گشتہ ثمر یاد نیک نامی صفحہ ۱۳۱
در تاریخ بیدموا فراشتن علی اکبرخان درباد کربہ صفحہ ۹۶
رباعیات عندلیب (۱۰) صفحہ ۱۳۰

سعدی قصیدہ

خوش است عمر دریغا کہ جاودانی نیست
چو مرد رہرو اندر راہ حق ثابت قدم گردد
تونگری بہ کمال است پیش اہل کمال
12 بسے صورت بگردید است عالم
آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین
اے کہ پنجاہ رفت در خوابی
اے نفس اگر بہ دیدا تحقیق بنگری

میزان صفحات نظم ۴۳

میزان صفحات نظم و نثر ۱۶۳

اسی طرح اس بورڈ کا ایک اجلاس ۲۹ جنوری ۱۹۱۴ء بوقت ساڑھے پانچ بجے شام سینٹ ہال میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کے کنوینر بھی علامہ اقبال تھے اور صدارت جسٹس شاہ دین نے فرمائی۔ اس میں مولوی محمد حسین کے علاوہ پروفیسر کے ایم میترا نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس کی کارروائی بھی بطور کنوینر علامہ اقبال نے قلم بند کی لہذا اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

ضمیمہ ب[1]

بورڈ آف سٹڈیز برائے عربی وغیرہ کے اجلاس منعقدہ سینٹ ہال بتاریخ ۲۹ جنوری ۱۹۱۴ء بوقت ۳۰-۴ شام بروز جمعرات کی کارروائی:

حاضرین

آنریبل مسٹر جسٹس ایم شاہ دین بی-اے، کے بی، بار ایٹ لاء (صدر)

پروفیسر کے-ایم میترا ایم-اے

مولوی محمد حسین ایس-یو

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم-اے، پی ایچ-ڈی، بار ایٹ لاء

۱- فارسی کے میٹرک کے نصاب برائے ۱۹۱۶ء کے لیے بورڈ گنجینہ خرد کی بجائے سرمایہ خرد کی سفارش کرتا ہے۔

۲- ۱۹۱۷ء کے میٹرک کے نصابات:-

فارسی - وہی جو ۱۹۱۶ء میں تھا۔

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم مورخہ ۳ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۹۶۷

عربی ایضاً

اردو ایضاً

پشتو ایضاً

۳۔ اورینٹل فیکلٹی کے ۱۲ دسمبر ۱۹۱۳ء کے منظور کردہ ریزولیوشن کے مدنظر فارسی کا بی۔اے کا نصاب مندرجہ ذیل طریق پر تشکیل دیا گیا:

(۱) بی۔اے کا مکمل کورس بشمول گنج دانش جو پہلے حذف کردی گئی تھی۔ (۲) اخلاق جلالی پہلے کی طرح۔

محمد اقبال — توثیق کی گئی

کنوینر — ایم۔شاہ دین (چیرمین)

بورڈ کا ایک اجلاس ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو منعقد ہوا۔ اس کے کنوینر بھی علامہ اقبال تھے لہٰذا اس کی کارروائی بھی انہوں نے ہی لکھی ہوگی اگرچہ مطبوعہ انگریزی کارروائی کے نیچے ان کا نام طبع نہیں ہوا۔

ضمیمہ الف[1]

بورڈ آف سٹڈیز برائے عربی وغیرہ کے اجلاس منعقدہ سینیٹ ہال بتاریخ ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۴ء بوقت ۴.۳۰ شام بروز سوموار کی کارروائی:

حاضرین

عزت مآب جناب جسٹس ایم شاہ دین، بی۔اے، کے۔بی، بار ایٹ لا

ایم محمد حسین ایس۔یو

ڈاکٹر عظیم الدین پی ایچ۔ڈی

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۱۵ء ص ۴۰۷۔

کے۔ ایم میترا ایم۔ اے

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی (کنوینر)

۱۔ بورڈ نے ۱۹۱۷ء کے نصابات پر غور کیا۔ مندرجہ ذیل تبدیلیاں کی گئیں:

الف: آرٹس کے امتحانات

(۱) میٹرک (۱) عربی پہلے کی طرح (ب) فارسی، پرانے کی جگہ نیا کورس (ج) اردو (۱) نظر ثانی شدہ اردو نصاب (۲) منہاج قواعد (د) پشتو جیسا کہ پہلے تھا۔

۲۔ انٹرمیڈیٹ (۱) عربی، فارسی ــــ جیسا کہ پہلے تھا (ب) مراۃ العروس از مولوی نذیر احمد (۲) رباعیات حالی

۳۔ بی۔ اے (۱) عربی عام اور امتیازی جیسا کہ پہلے تھا (ب) فارسی عام اخلاق جلالی کی جگہ انٹروڈکشن ٹو پرشین لٹریچر از جے واعظ لال، امتیازی ــــ جیسا پہلے تھا۔

۴۔ ایم۔ اے (۱) پرچہ پہلا تیسرا اور چھٹا ــــ جیسا پہلے تھا۔

(ب) دوسرا پرچہ تفسیر جلالین کی جگہ تفسیر بیضاوی سورۂ بقرہ

(ج) چوتھا پرچہ۔ فلسفۃ اللغویہ کی جگہ کمپیریٹو گرامر آف سیمیٹک لینگویجز از رائٹ۔

(د) پانچواں پرچہ ــــ الدرالمنثور کی جگہ الشعر والشعرا از ابن قتیبہ ڈی گوجر ایڈیشن صفحہ ۱۵۰-۱

مشرقی علوم کے امتحانات

عربی ــــ (الف) مولوی جیسا کہ پہلے تھا (ب) مولوی عالم، جیسا کہ پہلے تھا (ج) مولوی فاضل پہلا پرچہ ادب (۱) مقامات حریری

پہلے ۲۵ مقامات (۲) تفسیر بیضاوی سورۂ بقرہ کو دیوان حالی کی جگہ رکھیں

اگلے سال یعنی ۱۹۱۶ء میں بورڈ کے کنوینر ڈاکٹر عظیم الدین ہو گئے جبکہ صدر بدستور جسٹس شاہ دین ہی رہے۔ بورڈ کے اجلاس منعقدہ ۴ر جنوری ۱۹۱۶ء میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جسے ایم۔او۔ایل، ایف۔او۔ایل اور بی۔او۔ایل کے امتحانات کے لیے نصاب تیار کرنا تھا۔ علامہ اقبال کو اس کا کنوینر منتخب کیا گیا۔ مگر انھوں نے خرابیٔ صحت کی بنا پر کنوینر بننے سے معذرت کا اظہار کیا اور ڈاکٹر عظیم الدین کو کنوینر بنانے کی تجویز پیش کی جو منظور کر لی گئی[۱]۔ بورڈ کے اجلاس مورخہ ۲۱ر فروری ۱۹۱۶ء میں ڈاکٹر عظیم الدین کے تیار کردہ بی۔اے اور ایف۔اے کے عربی کے نصابات پر غور کے لیے ایک سب کمیٹی بنائی گئی جس کے صدر علامہ اقبال تھے اس کے ممبر ان میں مولوی محمد دین، پروفیسر کے۔ایم بیترا اور ڈاکٹر عظیم الدین شامل تھے[۲]۔

مولانا گرامی کے نام ایک مکتوب سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۹۱۸ء میں یونیورسٹی نے ایم۔اے فارسی کا نصاب تیار کرنے کے لیے جن اصحاب کو مقرر کیا ان میں علامہ اقبال بھی شامل تھے اور وہ ہندوستان کے فارسی شعراء کا ایک پرچہ رکھنا چاہتے تھے جس میں جدید شعرا بھی شامل ہوں۔ وہ مولانا گرامی کو ۱۰ر جون ۱۹۱۸ء کو لکھتے ہیں:

"پنجاب یونیورسٹی میں اب فارسی کے ایم۔اے کا امتحان بھی

---

[۱] پنجاب گزٹ حصہ سوم مورخہ ۲ر مارچ ۱۹۱۷ء ص ۲۷۱-۲۷۲

[۲] ایضاً ص ۲۷۲

ہوا کرے گا۔ میں اس کے لیے کورس تجویز کر رہا ہوں۔ آپ کا مطبوعہ کلام کچھ ہو تو اس میں درج کر دوں۔ وہ مثنوی جو آپ نے شائع کی تھی کیا اب بھی کہیں مل سکتی ہے؟ میرا ارادہ ہے کہ اس امتحان میں ایک پرچہ ہندوستان کے فارسی شعرا کا ہو۔ اس ضمن میں آپ بھی آجائیں گے لیکن افسوس ہے کہ آپ کی لاپرواہی نے کلام جمع نہ ہونے دیا۔ بہرحال مثنوی کا وہ حصہ جو آپ نے شائع کیا تھا، اگر مل سکتا ہو تو اس کا پتہ دیجیے یا اس کو پھر شائع کیجیے۔"[۱]

۱۹۱۹ء میں علامہ اقبال کو اورینٹل فیکلٹی کا ڈین مقرر کیا گیا۔[۲] ان سے پہلے سر شادی لال اس فیکلٹی کے ڈین تھے۔ اورینٹل فیکلٹی کے ۱۵ر فروری ۱۹۱۹ء کو منعقد ہونے والے اجلاس کی صدارت علامہ اقبال نے کی۔ اس اجلاس میں جسٹس شادی لعل شامل نہیں ہوئے حالانکہ وہ اورینٹل فیکلٹی کے اب بھی ممبر تھے۔[۳] ہم اورینٹل فیکلٹی اور اورینٹل سٹڈیز برائے عربی، فارسی کے بعض اجلاسوں کی کارروائی کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں جن کی صدارت علامہ اقبال نے کی تھی۔

اورینٹل فیکلٹی کے اجلاس منعقدہ سینیٹ ہال بتاریخ ۲۰ر نومبر ۱۹۱۹ء بوقت ۵ بجے شام بروز جمعرات کی کارروائی[۴]

---

[۱] مکاتیب اقبال بنام گرامی مرتبہ: محمد عبداللہ قریشی۔ ناشر: اقبال اکیڈمی لاہور طبع دوم جون ۱۹۸۱ء ص ۱۴۵

[۲] پنجاب گزٹ حصہ سوم ۲۸ر مارچ ۱۹۱۹ء ص ۳۰۴

[۳] ایضاً ۲۶ر مارچ ۱۹۲۰ء ص ۳۳۴

[۴] ایضاً ۲۵ر جون ۱۹۲۰ء ص ۶۹-۷۶۸

حاضرین

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم-اے، پی ایچ-ڈی بار ایٹ لاء- ڈین، (صدر)
ایل پینس راج بی-اے
آر-ایس لالہ موتی ساگر بی-اے، ایل ایل-بی
ایم حق نواز بی-اے، ایل ایل-بی، بار ایٹ لاء
جناب منوہر لال ایم-اے، بار ایٹ لاء
عزت مآب جسٹس شادی لال، آر بی، ایم-اے، بی-سی، ایل، بار ایٹ لاء
راجہ دیوان نرندر ناتھ ایم-اے، ڈی، بی
ایم محمد دین (ہیڈ ماسٹر)
چودھری شہاب الدین بی-اے، ایل ایل بی
عزت مآب جناب فضل حسین ایم-اے، کے-بی، بار ایٹ لاء
ایل رگھو بار دیال ایم-اے، ایم او ایل
جناب ایس سی رائے ایم-اے
ایم محمد شفیع ایم-اے
ایس دیوا سنگھ ایم-اے
مس ایل-ایم سٹریٹفورڈ، بی-اے
بھائی موہن سنگھ
ایم محمد عمر خان
پی گنپت رائے ایم-اے
ایل گل بہار سنگھ ایم-اے، ایل ایل-بی
ایم غلام مصطفیٰ بی-اے، ایل ایل-بی

سنت گوپال، چیند شاستری بی - اے

ایم صدر الدین ایم - اے

پی ہرنارائن شاستری ایم - ایم

قاضی فضل حق ایم - اے

ایس مرتضیٰ حسین

ایل شیو دیال ایم - اے

پی ارجن ناتھ بی - اے

پی سیوا دتہ شاستری ایم - ایم

مسٹر ظفر اللہ خاں بی - اے، ایل ایل بی، بار ایٹ لا

جناب کنور سین ماتھور ایم - اے، بار ایٹ لا، سیکرٹری

بورڈ آف سٹڈیز برائے سنسکرت و ہندی کے دو اجلاسوں کی کارروائی

جو ۲۴ اور ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو منعقد ہوئے:

سنسکرت اور ہندی کے نصابات برائے سال ۱۹۲۲ء کے بارے میں بورڈ کی سفارش کے مطابق بی - اے سنسکرت آرٹس فیکلٹی پرچہ الف کا نصاب منظور کیا جاتا ہے۔

جہاں تک پرچہ ب کا تعلق ہے، یہ اعتراض کیا گیا کہ Kathopan-ishad اور Kenopanishad نیز مطالعہ کے لیے مناسب نہیں ہیں چنانچہ یہ مسئلہ بورڈ کو نظر ثانی کے لیے واپس کیا گیا۔ انٹرمیڈیٹ کا نصاب منظور کیا گیا۔

Visharada وید Agdhinvkhmandan کو حذف کرنے اور Sahityadarpana کو برقرار رکھنے پر اعتراض کیا گیا کہ اس

میں مخش مواد پایا جاتا ہے۔ بحث کے بعد پنڈت ہرنارائن شاستری کی تحریک پر فیصلہ کیا گیا کہ یہ معاملہ بورڈ کو فیکلٹی کی اس رائے کے ساتھ واپس بھیجا جائے کہ یونیورسٹی ایک کتاب سنسکرت زبان کے بارے میں ضرور لانا چاہتی ہے جو قابل اعتراض مواد جیسا کہ ساہتیہ درپنا میں ہے سے پاک ہو۔

پرافیشنسی ان ہندی : مبادی العلوم کے ترجمہ کو حذف کرنا منظور کیا گیا۔

پیراگراف ۲ : بی۔اے کا ماڈل پیپر جاری کرنے کے بارے میں بورڈ کی سفارش منظور کی گئی۔

پیراگراف ۳ : پیراگراف ۱ میں کیے گئے فیصلہ کی وجہ سے ناقابل غور قرار پایا۔

پیراگراف ۴ : لالہ ہنس راج نے تجویز کا مقصد بیان کیا۔ اس نکتہ پر بڑی بحث ہوئی جس میں لالہ شمبھو دیال، رگھو بردیال، پنڈت ہرنارائن اور مولوی محمد حسین نے حصہ لیا۔ آخر کار فیصلہ کیا گیا کہ بورڈ کی سفارش مندرجہ ذیل تراجیم کے ساتھ منظور کر لی جائے :

بی۔اے یا ڈگری کی جگہ ایم۔اے رکھیں اور Madhayama کو حذف کر دیں جو پیراگراف ۴ میں ہے تاکہ وہ یوں بن جائے :

”کسی طالب علم کو شاستری کے امتحان میں داخلہ نہ دیا جائے جب تک وہ پنجاب یونیورسٹی کا وشاردا کا امتحان پاس نہ کر لے لیکن ہر وہ گریجوایٹ جس نے ایم۔اے میں سنسکرت لے رکھی ہو کو شاستری کا امتحان بغیر وشاردا کیے دینے دیا جائے اور سنڈیکیٹ کو اختیار ہو گا کہ وہ کسی بھی طالب علم کو داخلہ دے سکے اگر اسے اطمینان ہو کہ ایسا طالب علم داخل کیے جانے کا اہل ہے۔

ایجنڈے میں دوسرے نکات پر وقت کی کمی کے سبب غور نہ کیا جا سکا اور نتیجتہً اجلاس ملتوی کر دیا گیا۔

موثقہ　　　　　　　　　　　　کنور سین

محمد اقبال (ڈین)　　　　　　　　سیکرٹری

اورنٹیل فیکلٹی کے اجلاس منعقدہ سینٹ ہال مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۱۹ء بروز سوموار بوقت ۳ بجے شام کی کارروائی[۱] :-

حاضر ہیں

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی، بارایٹ لاء، ڈین (صدر)

میجر جنرل آر۔بی بش داس، سی۔آئی۔ای

رائے صاحب لالہ موتی ساگر بی۔اے، ایل ایل۔بی

ایم محمد دین، بی۔اے (ہیڈ ماسٹر)

خواجہ شجاع الدین، ایم۔اے، ایل ایل ڈی، بارایٹ لاء

عزت مآب جناب فضل حسین ایم۔اے، کے۔بی، بارایٹ لاء

ایم عبدالغنی ایم۔اے

ایم رگھوبر دیال ایم۔اے، ایم۔او۔ایل

بخشی ٹیک چند ایم۔اے، ایل ایل۔بی

ایم محمد شفیع ایم۔اے

جناب کے ایم میترا، ایم۔اے

---

[۱] پنجاب گزٹ حصہ سوم مورخہ ۲۵ جون ۱۹۲۸ء ص ۷۲-۷۷

ایم محمد عمر خان

ایل گل بہار سنگھ ایم۔اے، ایل ایل۔بی

چودھری عبدالحمید خان ایم۔اے

ایم غلام مصطفیٰ بی۔اے، ایل ایل۔بی

سنت گوکل چند شاستری بی۔اے

ایم صدرالدین ایم۔اے

قاضی فضل الحق ایم۔اے

ایس۔ مرتضیٰ حسین

پی سیوا دتہ شاستری

جناب کنور سین ماٹھور ایم۔اے، بار ایٹ لاء سیکرٹری

۱۔ ۱۹۲۰ء کے لیے ڈین اور سیکرٹری کا انتخاب :- وہی جو ۱۹۱۹ء کے لیے تھا یعنی ڈاکٹر شیخ محمد اقبال۔ ڈین

مسٹر کنور سین ــــ سیکرٹری

۲۔ (۱) بورڈ آف سٹڈیز برائے سنسکرت کے اجلاس مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۹ء کی کارروائی :- بورڈ کی سفارش کے مطابق سنسکرت کے آنرز سکول کا نصاب برائے ۱۹۲۱ء منظور کر لیا گیا۔ یہ بات نوٹ کی گئی کہ اسے آرٹس فیکلٹی کے اجلاس میں بھی منظور کیا گیا ہے۔

(۲) کارروائی کے پیراگراف ۷ کے بارے میں محسوس کیا گیا کہ اس کی زبان واضح نہیں ہے "ہندی امتحان انٹرمیڈیٹ (آرٹس فیکلٹی) جو انہیں خطوط پر منعقد کیا گیا جیسا کہ ہندی پرافیشنسی کا امتحان" سے کیا مراد ہے؟

لالہ رگھو بر دیال نے وضاحت کی اور فیکلٹی سے درخواست کی کہ وہ

اس اصول کے بارے میں اپنی رائے دے کہ ہندی کے انٹرمیڈیٹ (آرٹس فیکلٹی)، کے امتحان سے (جس سے زیادہ تر خواتین امیدوار فائدہ اٹھاتی ہیں)، ترجمہ کو حذف کر دیا جائے یا نہ کیا جائے۔ تھوڑی بحث کے بعد اور فضل حسین اور ٹیک چند کی تحریک پر یہ فیصلہ کیا گیا کہ بورڈ اپنی تجویز کو زیادہ واضح انداز میں پیش کرے، اس بات کو بھی مدنظر رکھا جائے کہ یہی اردو اور پنجابی کے معاملے میں بھی کیا جائے۔

۳۔ بورڈ کی سفارشات معمولی ترمیم کے بعد مندرجہ ذیل طریق پر منظور کی گئیں :۔

ہندی رتنا برائے پرافیشنسی اِن ہندی
ہندی بھوشن برائے " " "
ہندی پربھاکر برائے آنرز اِن ہندی

بورڈ آف سٹڈیز برائے عربی و فارسی وغیرہ مورخہ ۱۳، ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۹ء کی کارروائی :

۱۔ پیراگراف ۲

بورڈ کی سفارش کے مطابق مندرجہ ذیل امتحانات کے نصاب منظور کیے گئے :۔

انٹرمیڈیٹ (آرٹس فیکلٹی) کے عربی، فارسی، اردو (لڑکیوں کے لیے) کے امتحانات۔

بی۔اے کے عربی اور فارسی آنرز کے امتحانات
ایم۔اے کے امتحانات
الیف او ایل، بی او ایل، اور ایم او ایل

مولوی، مولوی عالم، مولوی فاضل کے امتحانات
منشی، منشی عالم، منشی فاضل کے امتحانات
پرافیشنسی اور ہائی پرافیشنسی کے امتحانات

۲- پیراگراف ۵ سے اتفاق کیا گیا

بورڈ آف سٹڈیز برائے عربی، فارسی وغیرہ کے اجلاس مؤرخہ ۳ر نومبر ۱۹۱۹ء کی کارروائی :-

۱- پیراگراف ایک میں کی گئی سفارشات منظور ہیں۔

۲- بی۔ اے عربی کے سات پرچوں اور آنرز برائے ۱۹۲۲ء کا سلیبس منظور ہے :-

نوٹ کیا جائے کہ ساتواں پرچہ اردو مضمون نویسی کا ہے۔

۳- ان پیراگرافوں کی سفارشات بھی منظور کر لی گئیں :

بورڈ آف سٹڈیز برائے عربی، فارسی وغیرہ کے اجلاس مؤرخہ ۲۱ر نومبر کی کارروائی پڑھی گئی اور منظور کی گئی۔

فارسی کے نئے نصاب کے بارے میں نوٹ کیا گیا کہ قصۂ یوسف شاہ اور مرد خبیس الگ الگ کتابیں ہیں اور انہیں فارسی نصاب میں مقرر نہ کیا جائے جو کہ یونیورسٹی مقرر کر رہی ہے۔

بورڈ آف سٹڈیز برائے پنجابی کے اجلاس مؤرخہ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۱۹ء کی کارروائی نامکمل ہے نیز نہ یہ طبع کر کے اراکین فیکلٹی میں تقسیم کی گئی ہے۔ چنانچہ اسے بورڈ کو واپس بھیجا گیا کہ وہ اسے مکمل صورت میں دوبارہ ارسال کرے۔

مصدقہ : محمد اقبال (ڈین) کنور سین (سیکرٹری)

بورڈ آف اورینٹل سٹڈیز (عربی، فارسی وغیرہ) کے التوا شدہ اجلاس منعقدہ سینٹ ہال مؤرخہ ۱۳، ۱۴ر اکتوبر ۱۹۱۹ء بروز سوموار اور منگل بوقت ۵ بجے شام اور مؤرخہ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۱۹ء بروز سوموار بوقت چار بجے شام کی کارروائی:۔ [1]

حاضرین

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔اے، پی ایچ ڈی، بار ایٹ لاء (صدر)

ایس۔ یو مولوی محمد حسین

جناب کے۔ ایم میترا ایم۔اے

مولوی صدر الدین ایم۔اے

ایم محمد شفیع ایم۔اے (کنوینر)

۱۹۲۲ء اور اس سے پہلے کے امتحانات کے لیے مندرجہ ذیل نصاب کی سفارش کی گئی:

انٹرمیڈیٹ کے امتحانات — آرٹس فیکلٹی

عربی، فارسی، اردو ۱۹۲۱ء والے

بی۔اے کے امتحانات

عربی: ۱۹۲۱ء والا نصاب، عربی آنرز: مجوزہ نصاب اورینٹل فیکلٹی کو بھیج دیا گیا ہے۔

فارسی: ۱۹۲۱ء والا نصاب، فارسی آنرز: ۱۹۲۱ء والا نصاب

ایم۔اے کے امتحانات

عربی:۔ عربی آنرز کورس برائے بی۔اے کی حتمی منظوری کے بعد غور کیا جائے گا۔

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم ۲۵ر جون ۱۹۲۰ء ص ۷۷۲-۷۷۳

ایف او ایل، بی او ایل، ایم او ایل، ۱۹۲۱ء و الانصاب

مولوی کے امتحانات : ۱۹۲۱ء و الانصاب

مولوی عالم کے امتحانات :- پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر صفحہ ۳۹۴ برائے ۱۹۲۱ء

دوسرے پرچہ (ادبیات) میں تاریخ یمینی YAMINI کی جگہ سیرت رسول اللہؐ از ہشام کو رکھیں۔

مولوی فاضل کے امتحانات (پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر ص ۳۹۵ برائے ۱۹۲۱ء)

پانچویں پرچے میں "قانون" کی جگہ "قانون اور روایات" پڑھیں اور نصاب میں مندرجہ ذیل کتابوں کا اضافہ کریں :

موطا امام مالک، شرح و نخبات الفکر

منشی کے امتحانات، منشی عالم کے امتحانات : وہی جو ۱۹۲۱ء میں تھے۔

منشی فاضل کے امتحانات :- (پنجاب یونیورسٹی کیلنڈر ص ۴۰۲ برائے ۱۹۲۱ء)

دوسرے پرچہ میں انشائے ابو الفضل دفتر ۱، ۲ کی جگہ انشائے ابو الفضل دفتر ۱، ۳ رکھیں اور سہ نثر ظہوری کی جگہ مقامات حمیدی

چوتھے پرچہ میں فلسفۂ اخلاقیات کی جگہ تاریخ اور فلسفۂ اخلاقیات پڑھیں اور نصاب میں مندرجہ ذیل کا اضافہ کریں :-

جہاں کشائے نادری (نفس مضمون کی حد تک)

ادیب، عالم اور فاضل اردو — وہی جو ۱۹۲۱ء میں تھا۔

ادیب، اور عالم پشتو — وہی جو ۱۹۲۱ء میں تھا۔

اعزازی سیکرٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس لکھنؤ کا خط نصابات کے بارے میں پڑھا گیا۔ طے کیا گیا کہ شیعہ کانفرنس کی سفارشات پر غور کرنے کے لیے بورڈ کا ایک خاص اجلاس بلایا جائے جس میں مولوی مومن علی اور علامہ عبدل علی تہرانی کو بھی مدعو کیا جائے۔

مختلف مضامین کے ممتحن حضرات کی رپورٹوں پر غور کیا گیا اور طے کیا گیا کہ کسی خاص کارروائی کی ضرورت نہیں۔

بی۔اے اور ایف۔اے میں فیل ہونے والوں کے بارے میں رجسٹرار کا بھیجا ہوا ایک نوٹ پڑھا گیا۔ بورڈ نے سفارش کی کہ ان طلباء کے لیے عربی کے پرانے نصاب سے متبادل پرچہ مرتب کیا جائے۔

محمد شفیع (کنوینر)

بورڈ آف سٹڈیز برائے عربی، فارسی وغیرہ کے التوا شدہ اجلاس منعقدہ سینٹ ہال مورخہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۹ء بروز بدھ بوقت ۵ بجے شام اور اجلاس منعقدہ بر مکان ڈاکٹر محمد اقبال پی ایچ ڈی بار ایٹ لاء مورخہ ۳ نومبر ۱۹۱۹ء بروز سوموار بوقت ۵ بجے شام کی کارروائی۔[1]

حاضرین

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی، بار ایٹ لاء (صدر)

مولوی صدر الدین ایم۔اے

جناب کے۔ایم میزا ایم۔اے

۱۔ پنجاب گزٹ حصہ سوم ۲۵ جون ۱۹۲۰ء ص ۷۵-۷۴

مولوی مومن علی (شریک کار چُنے گئے)

ایم۔ محمد شفیع ایم۔اے (کنوینر)

(دوسرے اجلاس میں صرف نمبر ایک، دو اور پانچ نے شرکت کی۔)

۱۔ بورڈ نے ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء کے لیے اضافی در بنگلہ پرچہ برائے انٹرمیڈیٹ امتحان کے سوال پر غور کیا۔

پرچہ کے حصہ اوّل کے لیے مندرجہ ذیل کتب بطور نمونۂ اسلوب تجویز کی گئیں:

(۱) خیالستان از ایم سجاد حیدر (۲) اردوئے معلی (۳) مضامین سرسید (۴) آب حیات۔

یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ پرچہ کا حصہ ب غالب کے بعد کے ادب پر عام سوالات پر مشتمل ہوگا۔

۲۔ بی۔اے آنرز عربی کا سیلبس جو کہ اورینٹل فیکلٹی نے بورڈ کو واپس کر دیا تھا پر دوبارہ غور کیا گیا۔ طے کیا گیا کہ مندرجہ ذیل نصاب کی سفارش کی جائے:

بی۔اے آنرز عربی

(۱) شاعری: ۱۔ زہیر اور طرفہ کے معلقے ۲۔ عنترہ کا دیوان ۳۔ دیوان متنبی قافیہ دال تک۔

(۲) عام نثر: ۱۔ مختار العقید ۲

(۳) مذہبی نثر: ۱۔ قرآن مجید آخری بند مع تفسیر جلالی ۲ موطا از امام مالک نصف اوّل

(۴) ادب کی تاریخ اور خلفاء کی تاریخ: ۱۔ نکلسن کی عربوں کی لٹریری

ہسٹری ۲- الفخری فصل الثانی سے

(۵) زبان اور گرامر : ۱- نکلسن کی عربی گرامر ۲- عروض کے عام اصول ۳- تلخیص المفتاح ۴- مضمون وغیرہ :

ان دیکھے پیراگرافوں کا ترجمہ ــــــ دوبارہ ترجمہ

انگریزی میں مضمون جو عربی زبان و ادب کے متعلق ہوگا۔

اردو مضمون۔

۱۹۲۲ء کے لیے ایم-اے عربی کا مندرجہ ذیل نصاب تجویز کیا گیا :-

پہلا پرچہ : (الف) حماسہ پہلا دوسرا باب (ب) دیوان عابد (ج) دیوان امیر (د) دیوان طفیل، سر چارلس لائل والا ایڈیشن (ای-جے، گب- ایم میموریل سیریل)

دوسرا پرچہ : ۱- الکامل از المبرد (باب الخوارج صرف ص ۱۱۹ تا ۱۸۳ مصری ایڈیشن

۲- فتوح البلدان از بلاذری

۳- کتاب الشعر والشعراء از ابن قتیبہ (ڈی گوجے ایڈیشن ص ۱ تا ۱۱۵

۴- فتوح الفسان از جرجی زیدان

تیسرا پرچہ : ۱- تفسیر بیضاوی ای سورہ بقر

۲- صحیح البخاری، کتاب الادب اور کتاب الرقاق

نوٹ : اس پرچے میں سوالات مذہبی ہونے کی نسبت ادبی ہوں گے

چوتھا پرچہ : ۱- عربی زبان د گرامر کے عمومی اصول

۲- مختصر المعانی

۳- محیط الدائرہ

پانچواں پرچہ : ۱۔ نکلسن کی عربوں کی ادبی تاریخ
۲۔ تاریخ و ادب اللغات العربیہ از زیدان تیسرا اور چوتھا حصہ

چھٹا پرچہ : پہلے کی طرح

بورڈ آف سٹڈیز برائے عربی، فارسی وغیرہ کے اجلاس منعقدہ سینٹ ہال مورخہ ۲۱ر نومبر ۱۹۱۹ء بروز جمعرات بوقت ۵ بجے شام کی کارروائی[1]:

حاضرین

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال، ایم۔ اے، پی ایچ۔ ڈی، بار ایٹ لاء (صدر)
مولوی صدرالدین ایم۔ اے
جناب کے۔ ایم میرزا، ایم۔ اے
قاضی فضل الحق (شریک کار بنائے گئے)

ایم۔ محمد شفیع ایم۔ اے (کنوینر)

سب کمیٹی کی طرف سے ارسال کردہ فارسی کے نئے نصاب پر غور کیا گیا کچھ حذف و اضافہ کے بعد کورس منظور کر لیا گیا (مسودہ دفتر میں ہے) نیا کورس پرانے کورس کی جگہ ۱۹۲۲ء کے امتحان کے لیے ۱۳ اکتوبر کی سفارشات میں ترمیم کرتے ہوئے تجویز کیا گیا تھا (دیکھئے کارروائی کا پیراگراف ۲)

۲۔ فیصلہ کیا گیا کہ آنرز اردو کے امتحان برائے ۱۹۲۰ء، ۱۹۲۱ کے سلیبس میں مندرجہ ذیل درسی کتبوں کی سفارش کی جائے (صفحہ ۴۔ ۷ پنجاب

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم مورخہ ۲۵ جون ۱۹۲۰ء ص ۷۷۶

یونیورسٹی کیلنڈر برائے ۱۹۲۰ء-۱۹ء)

تیسرا پرچہ : شاعری اور تنقید

نمبر ۲ دیوانِ شیفتہ کنتوری کی جگہ دیوانِ حبیب کنتوری پڑھا جائے۔

چوتھا پرچہ : گرامر اور تاریخ ادب

مقدمہ عبدالحق اور تذکرہ گلشن ہند کی جگہ تذکرہ گلشن ہند از عبدالحق مع مقدمہ پڑھیں۔

سیریل نمبر ۳، ۴ اور ۵ کو سیریل نمبر ۲، ۳ اور ۴ میں بدل دیں

محمد شفیع (کنوینر)

اورینٹل فیکلٹی کے اجلاس منعقدہ سینیٹ ہال مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۱۹ء بروز سوموار بوقت ۵ بجے شام کی کارروائی سے اقتباسات[۱]:

حاضرین

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم-اے، پی ایچ ڈی، بار ایٹ لاء، ڈین (صدر)

میجر جنرل آر-بی دیوان لبنش داس، سی آئی ای

رائے صاحب لالہ موتی ساگر بی-اے، ایل ایل-بی

ایم محمد دین بی-اے (ہیڈ ماسٹر)

خواجہ شجاع الدین ایم-اے، ایل ایل ڈی-بار ایٹ لاء

عزت مآب جناب فضل حسین، ایم-اے، کے بی، بار ایٹ لاء

ایم عبدالغنی ایم-اے

---

[۱] پنجاب گزٹ حصہ سوم ۹ جولائی ۱۹۲۰ء ص ۹۲۷

ایل رگھو بردیال ایم-اے، ایم او ایل

بخشی ٹیک چند ایم-اے، ایل ایل-بی

ایم محمد شفیع ایم-اے

جناب کے ایم میترا، ایم-اے

ایم محمد عمر خان

ایل گل بہار سنگھ ایم-اے، ایل ایل-بی

چودھری عبدالحمید خان ایم-اے

ایم غلام مصطفیٰ بی-اے، ایل ایل-بی

سنت گوکل چند شاستری، بی-اے

ایم صدرالدین ایم-اے

قاضی فضل حق ایم-اے

ایس مرتضیٰ حسین

پی سیوا دتہ شاستری ایم-ایم

کنور سین ماٹھور صاحب ایم-اے، بار ایٹ لاء (سیکرٹری)

بورڈ کی سفارشات معمولی ترمیم کے بعد منظور کر لی گئیں چنانچہ پراقی شیشی ان ہندی کی جگہ ہندی زنتا-ہائی پراقی شیشی ان ہندی کی جگہ ہندی بھوشن-آنرزان ہندی کی جگہ ہندی پربھاکر-

موثقہ: کنور سین

محمد اقبال (ڈین) سیکرٹری

اورینٹل فیکلٹی کے اجلاس منعقدہ سینٹ ہال مورخہ ۲۲ جون ۱۹۲۰ء

بروز منگل بوقت ساڑھے پانچ بجے شام کی کارروائی سے اقتباسات[1]:

حاضرین

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم-اے، پی ایچ-ڈی، بار ایٹ لاء، ڈین (صدر)
ایم حق لوانہ بی-اے، ایل ایل-بی، بار ایٹ لاء
ایم محمد دین، بی-اے (ہیڈ ماسٹر)
ڈاکٹر خواجہ شجاع الدین ایم-اے، ایل ایل ڈی، بار ایٹ لاء
لالہ دیوان چند ایم-اے
ریورنڈ ای-ڈی لیوکس ایم اے، ڈی-ڈی
لالہ رگھو بردیال ایم-اے، ایم او ایل
بخشی ٹیک چند-ایم-اے، ایل ایل بی
ایس دیوا سنگھ ایم-اے
مس ایم ایم سٹریٹ فورڈ بی-اے
لالہ گل بہار سنگھ ایم، اے، ایل ایل-بی
گوکل چند شاستری بی-اے
ایم صدرالدین ایم-اے، ڈی لٹ
قاضی فضل حق ایم-اے
لالہ شیو دیال ایم-اے (ریٹائرڈ انسپکٹر)
پنڈت سیوا دتا شاستری ایم-ایم
ایم محمد بذل الرحمٰن ایم-اے

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۱۸۰۶

پنڈت رام لبھایا ایم-اے

ایم ضیاء الدین ایم-اے

ایم محمد شفیع ایم-اے ایکٹنگ سیکرٹری

۱- بورڈ آف سٹڈیز برائے: عربی، فارسی وغیرہ کے اجلاس مورخہ ۲۸ را پریل ۱۹۲۰ء کی کارروائی پر غور کیا گیا۔

مولوی فاضل کے امتحان برائے ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء کے نصاب میں تجویز کی گئی تبدیلیاں منظور کر لی گئیں (دیکھیں پیراگراف ۳)

موثقہ: محمد شفیع

محمد اقبال (ڈین) قائم مقام معتمد

بورڈ آف سٹڈیز برائے عربی، فارسی وغیرہ کے اجلاس منعقدہ بر مکان ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔اے، پی ایچ-ڈی، بار ایٹ لاء مورخہ ۲۸ را پریل ۱۹۲۰ء بروز بدھ بوقت ساڑھے چھ بجے شام کی کارروائی سے اقتباسات:

حاضرین

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم-اے، پی ایچ-ڈی، بار ایٹ لاء

ڈاکٹر محمد صدر الدین ایم-اے، ڈی لٹ

ایم نجم الدین (رکن تشریحی)

ایم محمد دین (رکن تشریحی)

ایم محمد شفیع ایم-اے (کنوینر)

لہ پنجاب گزٹ حصہ سوم مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۱۸۰۷

۳۔ ہیڈ ماسٹر مولوی کالج لاہور کی درخواست پڑھی گئی جس میں کہا گیا تھا کہ شرح متعالی اور اشارات برائے امتحان مولوی فاضل ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۲ء بازار میں دستیاب نہیں ہیں۔ تھوڑی بحث کے بعد یہ طے کیا گیا کہ نصاب میں مندرجہ ذیل متبادل تجویز کیے جائیں:

کیلنڈر کا صفحہ ۳۹۵ برائے ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء

چوتھے پرچے میں شرح متعالی (مکمل) کی جگہ شرح متعالی (تصورات حمداللہ (تصدیقات) پڑھے جائیں۔

پانچویں پرچے میں اشارات از بوعلی سینا (مکمل) کی جگہ اشارات از بوعلی سینا (منطق والے حصہ کے علاوہ)

محمد شفیع (کنوینر)

اورینٹل فیکلٹی کے اجلاس منعقدہ سینٹ ہال مورخہ ۷ رجون ۱۹۲۰ء بروز سوموار بوقت ساڑھے پانچ بجے شام کی کارروائی سے اقتباسات:-[1]

حاضرین

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی، بار ایٹ لاء، ڈین (صدر)
منوہر لال صاحب ایم۔اے، بار ایٹ لاء
ایم محمد دین ایم۔اے (ہیڈ ماسٹر)
ایم محمد حسین کے۔ایس، ایس۔یو
ڈاکٹر خواجہ شجاع الدین ایم۔اے، ایل ایل۔ڈی، بار ایٹ لاء

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم ۲۴ دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۱۸۰۶-۱۸۰۷

چودھری شہاب الدین بی-اے، ایل ایل-بی
ڈیورنڈ ای-ڈی لیوکس، ایم-اے، ڈی-ڈی
لالہ رگھوبر دیال ایم-اے، ایم-او-ایل
ایس-سی-رائے صاحب ایم-اے
عزت مآب ذوالفقار علی خان سی-ایس-آئی
ایم-محمد شفیع ایم-اے
ایس-دیوا سنگھ ایم-اے
بھائی موہن سنگھ
لالہ گل بہار سنگھ ایم-اے، ایل ایل-بی
قاضی فضل حق ایم-اے
لالہ شیو دیال ایم-اے (ریٹائرڈ انسپکٹر)
خواجہ دل محمد ایم-اے
ظفر اللہ خان صاحب بی-اے، ایل ایل-بی، بار ایٹ لاء
لالہ بنارسی داس ایم-اے
ایم-محمد بدل الرحمٰن ایم-اے
ایم غلام رسول شوق ایم-اے
پنڈت رام بھجایا ایم-اے
کنور سین ناظور صاحب ایم-اے، بار ایٹ لاء (سیکرٹری)

۳- بورڈ آف سٹڈیز برائے پنجابی کے اجلاس مورخہ ۲۰ راکتوبر ۱۹۱۹ء پیراگراف ۱ اور اجلاس مورخہ ۱۷ راپریل ۱۹۲۰ء پیراگراف ۲ ان پیراگرافوں میں تجویز کیے گئے نصاب برائے سال ۱۹۲۲ء منظور

کیے گئے۔

موثقہ :   کنور سین

محمد اقبال (ڈین)   معتمد

اورینٹل فیکلٹی کے اجلاس منعقدہ سینٹ ہال مورخہ ۱۳ر مئی ۱۹۲۲ء بوقت ساڑھے پانچ بجے شام کی کارروائی سے اقتباس[1] :-

عاضرین

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی، بار ایٹ لا، ڈین (صدر)

ریورنڈ ای۔ڈی لیوکس ایم۔اے، ڈی۔ڈی

ڈاکٹر خان شجاع الدین ایم۔اے، ایل ایل۔ڈی، بار ایٹ لا،

ایم عبد الغنی ایم۔اے

عبد العزیز صاحب ایم۔اے

ایم محمد شفیع ایم۔اے

قاضی فضل حق ایم۔اے

ایس۔ دیوا سنگھ ایم۔اے

بھائی موہن سنگھ

ایل گلشن رائے بی۔اے، ایل ایل بی

سنت گوکل چند شاستری بی۔اے

عزت مآب جناب جسٹس سید محمد عبد الرؤف کے۔بی، بار ایٹ لا

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم الف ۷ر جولائی ۱۹۲۲ء ص ۲۲۵

بھائی بسنت سنگھ بیانی بی-اے

[illegible] صاحب ایم-اے، ایم ایل سی، بار ایٹ لاء

بھائی کشن داس پوری ایم-اے

ایس گل بہادر سنگھ ایم-اے، ایل ایل-بی

ایس ایشر سنگھ بی-اے

ایل شیو دیال ایم-اے

پنڈت بسنت رائے ایم-اے

ایم-محمد دین، بی-اے (ہیڈ ماسٹر)

پنڈت ونشی دھر شاستری)

ایم سراج الدین ایم-اے

لالہ رگھوبر دیال ایم-اے، ایم-او-ایل (سیکرٹری)

سنسکرت اور ہندی بورڈ مورخہ ۹ مارچ ۱۹۲۲ء کے اجلاس کی کارروائی پر غور کیا گیا-ایم-اے سنسکرت کے پرچہ اوّل کے بارے میں اس کی سفارش منظور کی گئی-

۲- بورڈ آف سٹڈیز برائے پنجابی کے اجلاس مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۲۲ء کی کارروائی زیر غور آئی اور ایف او ایل اور بی او ایل کے پانچویں پرچے کے بارے میں اس کی تمام سفارشات منظور کر لی گئیں-

۳- عربی، فارسی بورڈ کے اجلاس مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۲۲ء کی کارروائی زیر غور آئی، اس کی تجویز برائے مقامات ۱۷ اور ۱۸ (مقاماتِ حمیدی) ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۴ء کے امتحان منشی فاضل کے بارے میں منظور کی گئی-

موثقہ: محمد اقبال، ڈین- رگھوبر دیال، معتمد

بورڈ آف سٹڈیز برائے عربی، فارسی وغیرہ کے اجلاس منعقدہ بہ مکان ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی، بار ایٹ لاء، لاہور مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۲۲ء بوقت ساڑھے چھ بجے شام کی کارروائی سے اقتباس[1] :-

حاضرین

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی، بار ایٹ لا (صدر)

کے ایم میترا صاحب ایم۔اے

قاضی فضل حق ایم۔اے

ایم محمد شفیع (کنوینر)

۴۔ ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن کی تظہیر نمبر B-۶۶۶۹ مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۲۲ء کے ساتھ مقامات حمیدی کے بارے میں موصولہ شکایت زیر غور آئی۔ بورڈ نے سفارش کی کہ کیلنڈر میں منشی فاضل پرچہ ۲ برائے ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۴ء میں "مقامات حمیدی" کے بعد "مقامات ۱۷ اور ۱۸ کو حذف کرتے ہوئے" کے الفاظ بڑھا دیئے جائیں۔

محمد شفیع (کنوینر)

چوتھا ضمیمہ[2]

سنڈیکیٹ کے اجلاس مورخہ ۳ فروری ۱۹۲۲ء کی کارروائی کا نواں پیراگراف :-

۹۔ سنڈیکیٹ نے بورڈ آف سٹڈیز برائے عربی، فارسی وغیرہ کے اجلاس مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۲۲ء کے پیراگراف نمبر ۲ کی سفارشات متعلق بہ تقرری

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم الف مورخہ ۷ جولائی ۱۹۲۲ء ص ۲۲۷

[2] ایضاً مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۲۲ء ص ۱۱۵-۱۱۷

ممتحنین برائے ایم-او-ایل کو منظور کیا۔

بورڈ آف اورینٹل سٹڈیز برائے عربی، فارسی وغیرہ کے اجلاس مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۲۲ء کی کارروائی جو ساڑھے پانچ بجے شام سینٹ ہال میں منعقد ہوا۔

حاضرین

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم-اے، پی ایچ-ڈی۔ (صدر)
قاضی فضل حق ایم-اے
خان صاحب مولوی محمد حسین یو ایس اے
ایم محمد شفیع ایم-اے (کنوینر)

۳- ایم او ایل کے امتحان کے لیے مندرجہ ذیل ممتحنین کے تقرر کی سفارش کی گئی:-

پہلا اور دوسرا پرچہ : ایم میر حسن مرے کالج سیالکوٹ
تیسرا اور چوتھا پرچہ : ایم اصغر علی ایم او ایل اسلامیہ کالج لاہور
پانچواں اور چھٹا پرچہ : خان صاحب مولوی محمد حسین فورمین کرسچین کالج لاہور

محمد شفیع

---

۲۶ مارچ ۱۹۲۳ء کو پانچ بجے شام سینٹ کا اجلاس سر جون مینارڈ وائس چانسلر کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں سینٹ کے سات ارکان کو اکیڈیمک کونسل کا رکن منتخب کیا گیا۔ ان میں علامہ اقبال کا نام بھی شامل تھا

ا ۔ گزٹ حصہ سوم ۴ مئی ۱۹۲۲ء

مگر علامہ اقبال نے جلد ہی اکیڈمک کونسل کی ممبرشپ سے استعفیٰ دے دیا۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ وہ اپنے ادبی کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے اکیڈمک کونسل کے جلد جلد منعقد ہونے والے اجلاسوں میں شرکت نہیں کر سکتے۔ ۹ر جون ۱۹۲۳ء کے سنڈیکیٹ کے اجلاس میں سینیٹ سے یہ استعفیٰ منظور کرنے کی استدعا کی گئی۔ سینیٹ نے اپنے ۳۰ر نومبر ۱۹۲۳ء کے اجلاس میں اس پر غور کیا۔ وائس چانسلر نے علامہ اقبال سے درخواست کی کہ وہ اپنا استعفیٰ واپس لے لیں چنانچہ انہوں نے اپنا استعفیٰ واپس لے لیا۔[1] ۱۹۲۷ء، ۱۹۲۸ء کے لیے پھر علامہ اقبال کو اکیڈمک کونسل کا رکن منتخب کیا گیا۔[2]

علامہ اقبال ۱۹۲۳ء میں پروفیسر شپ کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ یہ کمیٹی یونیورسٹی پروفیسروں کے انتخاب کے لیے مقرر کی جاتی تھی۔[3]

علامہ اقبال پنجاب یونیورسٹی میں بطور ممتحن بھی کام کرتے رہے۔ ان کی اس حیثیت کا ذکر ان کے اکثر سوانح نگاروں نے نہیں کیا۔ صرف محمد حنیف شاہد نے ان کی اس حیثیت کا مختصر ذکر کیا ہے۔ انہوں نے یہ تو بتایا ہے کہ علامہ مڈل کے امتحان کے ممتحن رہے ہیں[4] مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ کب اور کس مضمون میں مڈل سکول کے امتحان میں ممتحن مقرر ہوئے۔ اسی طرح انہوں نے ممتحنین کو معاوضے کی جو شرح نقل کی ہے، اس کا بقول اُن کے ۸ر جون ۱۹۰۳ء

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم ۲۱ر دسمبر ۱۹۲۳ء ص ۴۷۲

[2] ایضاً حصہ الف ۱۷ر دسمبر ۱۹۲۶ء

[3] ایضاً ۲۲ر فروری ۱۹۲۳ء ص ۴۳، ۴۴

[4] مفکر پاکستان از محمد حنیف شاہد۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۲ء ص ۱۲۵

کو اعلان ہوا[1]۔ پرچوں کو جانچنے کی جس شرح کا شاہد صاحب نے ذکر کیا ہے یہ ۱۸۹۸ء سے نافذ تھی۔ انہوں نے صحیفہ کے حوالے سے اسے درج کیا ہے۔ اس کے بعد نئی شرح کا اعلان ۱۹۰۵ء میں ہوا۔ ہم نے یہ دونوں شرحیں آئندہ صفحات میں درج کی ہیں۔ علامہ اقبال اس سے پہلے بھی ممتحن کے فرائض سرانجام دے چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان سالوں پہ اس شرح کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اس کے بعد بھی اس شرح میں تبدیلی ہوتی رہی۔ علامہ اقبال پہلی بار ۱۹۰۰ء میں میٹرک کے فارسی کے پرچہ کے صدر ممتحن اور مرتب پرچہ مقرر ہوئے۔ اس وقت وہ اورینٹل کالج میں میکلوڈ عربک ریڈر تھے[2]۔ اسی سال وہ مڈل کے پرچے جانچنے پر مقرر ہوئے۔ اس کا اعلان ۲۶ راپریل ۱۹۰۰ء کے پنجاب گزٹ حصہ سوم (ص ۸۵۷) میں ہوا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ وہ اردو یا انگریزی کے ممتحن نہ تھے بلکہ جغرافیہ کے پرچہ کے ممتحن مقرر کیے گئے تھے۔ ان کے ممتحن مقرر ہونے سے دو سال قبل یعنی ۳ رمارچ ۱۸۹۸ء کے پنجاب گزٹ حصہ سوم (ص ۲۳) میں پرچے جانچنے کے معاوضے کا اعلان ہو چکا تھا۔ یہ شرح ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

نام امتحان	ایک پرچہ سوالات بنانے کے لیے			دوسرا پرچہ سوالات بنانے کے لیے (ایک کاپی)			ایک پرچہ سوالات کا ترجمہ کرنے کے لیے			ایک پرچہ جانچنے کے لیے[2]		
	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
مڈل	-	-	۱۵	-	-	-	۰	۸	۷	۶	۱	۰

---

۱ مفکر پاکستان از محمد حنیف شاہد۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۲ء ص ۱۷۶

۲ پنجاب گزٹ حصہ سوم فروری ۱۹۰۰ء ص ۲۴۹

نام امتحان	ایک پرچہ سوالات بنانے کے لیے پائی	آنہ	روپیہ	دوسرا پرچہ سوالات بنانے کے لیے پائی	آنہ	روپیہ	ایک پرچہ سوالات کا ترجمہ کرنے کے لیے پائی	آنہ	روپیہ	ایک پرچہ جانچنے کے لیے پائی	آنہ	روپیہ
میٹرک	،	،	۲۰	،	،	۱۰	،	،	۱۰	، / ،	۴ / ۶	، / ،
انٹرمیڈیٹ	،	،	۴۰	،	،	۲۰	،	،	۲۰	،	۱۲	،
بی اے، بی او ایل	،	،	۵۰	،	،	،	،	،	،	،	،	۱
ایم اے، ایم او ایل	،	،	۸۰	،	،	،	،	،	،	،	،	۲
مولوی فاضل، منشی فاضل	،	،	۴۰	،	،	،	،	،	،	،	۱۲	،
مولوی عالم، منشی عالم	،	،	۳۰	،	،	،	،	،	،	،	۸	،
مولوی اور منشی	،	،	۲۰	،	،	،	،	،	،	،	۶	،

مڈل کے کیلی گرافی اور سینی ٹیشن کے پرچوں کے لیے ایک آنہ فی پرچہ معاوضہ دیا جاتا تھا۔ میٹرک میں ورنیکلر کے پرچوں کے لیے چار آنے اور دوسرے پرچوں کے لیے چھ آنے معاوضہ تھا۔

علامہ اقبال ۱۹۰۱، ۱۹۰۲، ۱۹۰۳، اور ۱۹۰۴ء میں بھی مڈل کے امتحان کے لیے ممتحن مقرر ہوتے رہے مگر اب کے انہیں اردو کیلی گرافی اور ٹرانسلیشن کے پرچہ کے لیے مقرر کیا گیا تھا[۱]۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس پرچہ کا معاوضہ کم تھا۔ ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۳ء میں علامہ کو پھر میٹرک کے فارسی کے پرچہ میں مرتب پرچہ اور صدر ممتحن مقرر کیا گیا[۲]۔ یہ پرچہ ترجمہ اور گرامر سے متعلق تھا۔ ۱۹۰۵ء میں ممتحنین کے لیے معاوضہ کی نئی شرحوں کا اعلان ہوا۔ ہم ان کا خلاصہ یہاں درج کرتے ہیں[۳]:

۱۔ پنجاب گزٹ حصہ سوم ۲۷ فروری ۱۹۰۲ء ص ۲۹۳، ۲۸ فروری ۱۹۰۲ء، ۷ اگست ۱۹۰۲ء، ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء

۲۔ ایضاً، اگست ۱۹۲۲ء ص ۱۰۷۵ ۳۔ ایضاً ۳ اگست ۱۹۰۵ء ص ۱۰۱۵

امتحان	ایک پرچہ مرتب کرنے کے لیے	دوسرا پرچہ مرتب کرنے کے لیے	پرچہ کا ترجمہ کرنے کے لیے			پرچہ کے جوابات جانچنے کے لیے		
	روپیہ	روپیہ	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
مڈل	۱۵	—	—	۸	۷	—	۲	—
میٹرک	۳۰	۱۰	—	—	۱۰	—	ورنیکلر ۶ دو تحریر ۸	— —
انٹرمیڈیٹ	۶۰	۲۰	—	—	۲۰	—	—	۱
بی۔اے، بی او ایل، بی ایس سی	۸۰	۳۰	—	—	۳۰	—	۸	۱
ایم۔اے، ایم او ایل، ایم ایس سی	۱۰۰	—	—	—	—	—	—	۲
مولوی فاضل، منشی فاضل	۴۰	—	—	—	—	—	۱۲	—
مولوی عالم، منشی عالم	۳۰	—	—	—	—	—	۸	—
مولوی امتحانات عربی، فارسی، سنسکرت	۲۰	—	—	—	—	—	۶	—
ورنیکلر زبانیں	—	—	—	—	—	—	—	—
مولوی	۱۰	—	—	—	—	—	۶	—
عالم	۱۵	—	—	—	—	—	۸	—
فاضل	۲۰	—	—	—	—	—	۱۲	—
انجینیئرنگ	۳۰	—	—	—	—	—	۸	—

۱۹۱۱ء میں پھر امتحانات کے معاوضہ کی شرح کا اعلان ہوا۔ اس کا خلاصہ بھی دیکھ لیجیے :-[1]

امتحان	ایک پرچہ مرتب کرنے کے لیے	دوسرا پرچہ مرتب کرنے کے لیے	پرچہ کا ترجمہ کرنے کے لیے			پرچہ کے جوابات جانچنے کے لیے		
میٹرک	۳۰	۱۰	—	—	۱۰	—	۶	—
انٹرمیڈیٹ	۵۰	۲۰	—	—	۲۰	—	۱۲	—
بی۔اے، بی ایس سی	۷۵	۳۰	—	—	۳۰	—	۴	—

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم ۲۰ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۸۹

امتحان	ایک پرچہ مرتب کرنے کے لیے	دوسرا پرچہ مرتب کرنے کے لیے	پرچہ کا ترجمہ کرنے کے لیے	پرچہ کے جوابات جانچنے کے لیے		
	روپیہ	روپیہ	روپیہ	پائی	آنہ	روپیہ
ایم اے، ایم ایس سی	۸۰	—	—	—	—	۲
مولوی فاضل، منشی فاضل	۲۰	—	—	—	۱۲	—
مولوی عالم، مولوی فاضل	۱۵	—	—	—	۸	—
مولوی عربی، فارسی	۱۰	—	—	—	۶	—
ادیب	۱۰	—	—	—	۶	—
ادیب عالم	۱۵	—	—	—	۸	—
ادیب فاضل	۲۰	—	—	—	۱۲	—
انجینئرنگ	۵۰	—	—	—	۱۲	—

۱۹۱۱ء میں علامہ کو عربی کے انٹرمیڈیٹ کے پرچہ ب کا ممتحن مقرر کیا گیا۔[1]
۱۹۱۲ء میں بھی علامہ اقبال کو عربی کے انٹرمیڈیٹ پرچہ ب اور بی اے پرچہ ب کا ممتحن مقرر کیا گیا۔[2]

۱۹۱۳ء میں علامہ اقبال پہلی بار ایم۔اے فلسفہ کے ممتحن مقرر ہوئے اس وقت ان کے ساتھ ایل پی سانڈرز اور ریورنڈ ایچ ڈی گریس وولڈ ممتحن تھے۔ اسی سال علامہ بی۔اے فلسفہ کے پرچہ ب کے بھی ممتحن تھے۔[3]

۱؎ پنجاب گزٹ حصہ سوم ۲۲ دسمبر ۱۹۱۱ء ص ۱۳۶۵
۲؎ ایضاً یکم ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۱۰۲۸، ص ۱۰۲۹
۳؎ ایضاً ۲۶ جنوری ۱۹۱۲ء ص ۶۱

۱۹۱۴ء میں انہیں انٹرمیڈیٹ فارسی پرچہ الف کا صدر ممتحن بھی مقرر کیا گیا۔[1]

اب ذیل میں ہم ان کے ممتحن مقرر ہونے کی تفصیل درج کرتے ہیں۔ یہ معلومات پنجاب گزٹ حصہ سوم کی مختلف اشاعتوں سے حاصل ہوئی ہیں:

سال	نام امتحان	نام مضمون	حوالہ پنجاب گزٹ حصہ سوم
۱۹۱۵ء	ایم۔اے	فلسفہ	۱۴ مئی ۱۹۱۵ء ص ۵۹۸
"	بی۔اے	—[2]	
۱۹۱۴ء	"	فارسی الف	۱۸ دسمبر ۱۹۱۴ء ص ۱۷۶۳
۱۹۱۴ء	" آنرز	فلسفہ	ایضاً
۱۹۱۶ء	انٹرمیڈیٹ (صدر ممتحن)	اردو	۴ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۸۷
"	بی۔اے	جنرل فلسفہ	ایضاً ص ۱۸۸
"	"	فارسی الف	ایضاً ص ۱۸۹
"	ایم۔اے	فلسفہ	۵ مئی ۱۹۱۶ء ص ۶۱۵
۱۹۱۷ء	انٹرمیڈیٹ	اردو الف	۲ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۲۷۸
"	بی۔اے آنرز	جنرل فلاسفی	ایضاً ص ۲۷۹
"	ایضاً	فارسی	ایضاً ص ۲۸۰
"	ایم۔اے	فلسفہ دو پرچے[3]	
۱۹۱۸ء			

(علامہ اقبال کے ساتھ ایس سی رائے، این سے سین اور ڈاکٹر ڈبلیو ی ہیگ بھی ممتحن تھے)

---

1. پنجاب گزٹ حصہ سوم ۱۹ دسمبر ۱۹۱۳ء ص ۱۵۳۲/۱۵۳۳
2. اقبال بنام شاد، صحیفہ اقبال نمبر حصہ اول ۱۹۷۳ء ص ۱۴۴
3. شاد و اقبال ص ۱۵ مرتبہ ڈاکٹر زور (ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد دکن ۱۹۴۲ء)

سال	نام امتحان	نام مضمون	حوالہ پنجاب گزٹ حصہ سوم
۱۹۱۸ء	بی - اے	فارسی الف	۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء ص ۱۲۰۳
"	"	فلسفہ (ب)	" " ص ۱۲۰۴
۱۹۱۹ء	ایم - اے	فلسفہ چھٹا پرچہ	۲۶ مارچ ۱۹۱۹ء ص ۴۶۱
۱۹۲۰ء	ایل ایل بی	دوسرا پرچہ	۱۳ فروری ۱۹۲۰ء ص ۱۵۹
"	ایم - اے	فلسفہ چوتھا پرچہ	۲۵ جون ۱۹۲۰ء ص ۷۷
"	انٹرمیڈیٹ	فارسی پرچہ مرتب کرنے کیلیے	۱۵ اگست ۱۹۱۹ء ص ۱۱۱۶
"	بی - اے		ایضاً
۱۹۲۱ء	ایل ایل بی	نیا گروپ دوسرا پرچہ	۲۴ دسمبر ۱۹۲۰ء ص ۱۱۱۷
۱۹۲۲ء	بی - اے آنرز	فلسفہ (ب)	۷ جولائی ۱۹۲۲ء ص ۲۰۶
"	ایم - اے	فلسفہ چوتھا پانچواں پرچہ (فلاسفی آف ریلیجن)	۱۷ فروری ۱۹۲۲ء ص ۱۷۱
"	ایل ایل بی	پرچہ دوسرا	۷ جولائی ص ۲۰۶
"	بی - اے	فارسی پرچہ الف (پرچہ مرتب کرنے کے لیے)	" ص ۲۰۸
"	ایم - اے	فارسی پرچہ دوسرا	۱۳ جنوری ۱۹۲۲ء ص ۲۳
۱۹۲۳ء	بی - اے آنرز	فلسفہ پہلا پرچہ	۲۰ جولائی ۱۹۲۳ء ص ۲۵۹
"	ایم - اے	فلسفہ "	۴ مئی ۱۹۲۳ء ص ۲۰۱
۱۹۲۴ء	بی - اے	عربی پرچہ الف (مرتب پرچہ)	۲۰ جولائی ۱۹۲۳ء ص ۲۵۷
۱۹۲۴ء	ایل ایل بی	دوسرا پرچہ	۲۲ فروری ۱۹۲۴ء ص ۵۶
"	ایم - اے	فلسفہ پرچہ پہلا	۲۵ اپریل ۱۹۲۴ء ص ۱۷۱
"	بی - اے آنرز	" "	۱۳ جون ۱۹۲۴ء ص ۲۳۳
"	ایم - اے	فلسفہ پرچہ چوتھا	ایضاً ایضاً

سال	امتحان	مضمون	حوالہ پنجاب گزٹ حصہ سوم
۱۹۲۵ء	ایم-اے	فارسی دوسرا پرچہ	۱۳ر جولائی ۱۹۲۴ء ص ۲۲۴
"	بی-اے آنرز	فلسفہ پہلا پرچہ	۷ر اگست ۱۹۲۵ء ص ۳۶۴
"	ایم-اے	فلسفہ پرچہ چوتھا	ایضاً
"	"	فارسی دوسرا پرچہ	۱۳ر جون ۱۹۲۴ء ص ۲۲۴
۱۹۲۵ء	ایل ایل بی	دوسرا پرچہ	۹ر جنوری ۱۹۲۵ء ص ۲۰
"	ایم-اے	تاریخ آٹھواں پرچہ	۷ر اگست ۱۹۲۵ء ص ۳۶۱
"	ایم-اے	فلسفہ پہلا پرچہ (کو اگزامینر)	۱۷ر اپریل ۱۹۲۵ء ص ۲۱۵
۱۹۲۶ء	ایل ایل بی	تیسرا پرچہ	۱۸ر دسمبر ۱۹۲۵ء ص ۶۶۶
"	ایم-اے	فلسفہ پہلا پرچہ	۷ر مئی ۱۹۲۶ء ص ۲۲۷
۱۹۲۷ء	بی-اے آنرز	"	۳۰ر جولائی ۱۹۲۶ء ص ۲۲۳
"	ایم-اے	فارسی دوسرا پرچہ	ایضاً ص ۲۸۴
۱۹۲۸ء	ایم او ایل	" "	۲۵ر مئی ۱۹۲۸ء ص ۶۲۷
"	ایم-اے	" "	۲۹ر جون ۱۹۲۸ء ص ۶۸۶
"	"	فلسفہ چوتھا پرچہ (خارجی ممتحن) (داخلی ممتحن سی جی چیٹرجی تھے)	۱۵ر جولائی ۱۹۲۷ء ص ۸۴۴
"	"	فلسفہ چھٹا پرچہ	۲۹ر جولائی ۱۹۲۸ء ص ۶۹۲
۱۹۲۹ء	ایم او ایل	فارسی پہلا پرچہ	۱۲ر جولائی ۱۹۲۹ء ص ۵۵۷
"	"	تیسرا پرچہ	ایضاً
"	ایم-اے	فلسفہ چوتھا اور چھٹا پرچہ	" ص ۵۷۳
۱۹۳۰ء	ایم او ایل	فارسی پہلا پرچہ	۲۳ر مئی ۱۹۳۰ء ص ۶۱۰
"	"	تیسرا پرچہ	ایضاً

سال	امتحان	مضمون		حوالہ پنجاب گزٹ حصہ سوم
۱۹۳۱ء	بی۔اے آنرز	جنرل فلاسفی دوسرا پرچہ		۲۰ رجون ۱۹۳۰ء ص ۲۹۳
"	ایم۔اے	فارسی دوسرا پرچہ	"	ص ۲۹۸
"	"	پانچواں پرچہ	"	ص ۲۹۹
"	"	چھٹا پرچہ	"	ص ۲۹۹
"	"	فلسفہ چوتھا پرچہ	"	"
"	"	چھٹا پرچہ	"	"
"	بی او ایل	فارسی پرچہ بی اور سی		۲۲ رمئی ۱۹۳۱ء ص ۲۰۲
"	ایم او ایل	" پہلا پرچہ		۱۹ رجون ۱۹۳۱ء ص ۲۸۷
۱۹۳۲ء	بی۔اے	فارسی پرچہ الف		۲۴ رجولائی ۱۹۳۱ء ص ۳۴۱
"	ایم۔اے	" دوسرا پرچہ	ایضاً	ص ۳۴۲
"	"	" چھٹا پرچہ	"	"
"	بی۔اے آنرز	جنرل فلاسفی دوسرا پرچہ	"	ص ۳۴۹
"	ایم۔اے	فلسفہ چوتھا پرچہ	"	ص ۳۵۰
"	"	چھٹا پرچہ	"	"

علامہ اقبال پرچے جانچنے میں نہایت محنت کرتے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات ان دنوں اپنے عزیز ترین احباب کو خط بھی نہ لکھ سکتے تھے۔ مولانا گرامی سے وہ بڑی محبت کرتے تھے مگر امتحانی پرچوں کی مصروفیت کی بنا پر انہیں بھی خط لکھنے سے معذور رہے۔ ۲۴ مئی ۱۹۲۲ء کا درج ذیل خط اس امر کی بڑی اچھی وضاحت کرتا ہے:

"آپ کے دونوں خطوط مل گئے تھے مگر میں امتحانوں کے پرچوں

میں سخت مصروف رہا۔ اس واسطے جواب نہ لکھ سکا۔ یہ کام ابھی تک جاری ہے اور غالباً پندرہ بیس روز اور جاری رہے گا۔ اوروں کی نسبت میرے پاس کام بھی زیادہ ہوتا ہے کیونکہ دیگر یونیورسٹیوں کے پرچے بھی ہوتے ہیں۔ بہرحال خدا کے فضل و کرم سے اب کام کچھ ہلکا ہو چلا ہے ورنہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ گرامی کے خط کا جواب اقبال نہ لکھے۔ باقی جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کی نسبت آپ کو اطمینان دلانے کی ضرورت نہیں آپ کو معلوم ہے کہ اقبال کے نزدیک آپ کا فرمودہ وحی و الہام ہے نہ کسی اور کا۔ بلکہ آپ کے خط سے تو میرے خیال کی تائید ہوئی۔ میں نے آپ کو لکھا بھی تھا کہ یہ اعتراض آپ کا نہیں ہو سکتا۔ سننے والے کی غلطی ہوگی سو ایسا ہی ہوا۔ اگر کوئی شخص دنیا میں ایسا موجود ہے جس کو گرامی کی نیت اور نیک نفسی پر شبہ ہے تو وہ اقبال کے نزدیک کافر ہے۔ میں تو آپ کو ولی سمجھتا ہوں، آپ کس خیال میں ہیں۔" [1]

عبدالرشید طارق صاحب لکھتے ہیں کہ انھوں نے انہیں پرچے جانچتے ہوئے دیکھا تھا، ان کا بیان ملاحظہ فرمائیں: [2]

"مجھے اچھی طرح یاد ہے، پیر کا دن تھا اور مئی کی چھ تاریخ [3]، چار کو میرا امتحان ختم ہوا جس سے فراغت حاصل کر کے اک گونہ آزادی اور سرور کا احساس ہو رہا تھا۔ میں نے کھانا کھایا اور ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی کی راہ لی۔ شاید بارہ بجنے والے تھے کہ وہاں پہنچا۔ دل میں پہلے خیال آیا کہ

---

۱ مکاتیب گرامی ص ۲۱۵

۲ مئے شبانہ از عبدالرشید طارق بحوالہ ملفوظات اقبال مرتبہ ابواللیث صدیقی ناشر: اقبال اکیڈمی لاہور ۱۹۷۷ء ص ۶۰-۲۵۹

۳ ۱۹۲۸ء

بڑا ناموزوں وقت ہے، شاید ڈاکٹر صاحب آرام فرما رہے ہوں یا فرمانے والے ہوں اور میں خواہ مخواہ مخل ہوں۔ مگر اس بارگاہ میں نا امیدی اور مایوسی مفقود ہے میں نے ذرا ٹھٹک کر سامنے والے کمرے کی چق اٹھا کر دیکھا تو ڈاکٹر صاحب کاؤچ پر بیٹھے کسی امتحان کے پرچے ملاحظہ کر رہے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا اور اجازت چاہی انہوں نے عینک میں سے دیکھا اور کہا "آؤ بھئی طارق"۔ مجھے اس سے بے اندازہ خوشی ہوئی۔ میں جا کر دیوار سے لگی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ مزاج پرسی کی، کہنے لگے طبیعت اچھی ہے آواز البتہ ویسی ہی ہے۔ بھوپال پھر علاج کے لیے جاؤں گا۔ اس اثنا میں وہ پرچہ دیکھتے رہے۔ بڑے غور سے ایک ایک لفظ پڑھتے، جوابات پڑھتے پھر کہیں جا کر نمبر لگاتے۔ آخر اسے پرچوں کے ڈھیر پر رکھ دیا، حقہ پینے لگے"۔

علامہ اقبال نے پنجاب یونیورسٹی کے پرچے ۱۹۲۳ء سے دیکھنے بند کر دیئے تھے۔ لہٰذا یہ پرچے جن کا ذکر طارق صاحب نے کیا ہے کسی اور یونیورسٹی کے ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایک بات کا تعجب ہے کہ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی کے پرچے تو دیکھنے سے معذوری ظاہر کی ہو اور باہر سے پرچے منگوا لیے ہوں۔ ویسے محمد حنیف شاہد اپنے مضمون "اقبال بہ حیثیتِ ممتحن" میں رقم طراز ہیں:

"اقبال ۱۹۰۰ء سے ۱۹۳۸ء تک ممتحن اعلیٰ اور ممتحن کی حیثیت سے مختلف یونیورسٹیوں کی خدمات سرانجام دیتے رہے"۔[۱]

انہوں نے بھی علامہ اقبال کے بارے میں بطور ممتحن ۱۹۳۲ء تک ہی تفصیلات

---

[۱] نقوش، اقبال نمبر ستمبر ۱۹۷۷ء ص ۴۷۳

درج کی ہیں۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۸ء تک وہ کن یونیورسٹیوں کے ممتحن رہے، اس کا ذکر انھوں نے نہیں کیا۔ غالباً انھوں نے قیاس سے لکھ دیا ہے کہ وہ ۱۹۳۸ء تک پرچے جانچتے رہے جو معلوم حقائق کی روشنی میں درست معلوم نہیں ہوتا۔

وہ نہ صرف پرچے جانچنے میں محنت کرتے تھے بلکہ کسی کے نمبر بڑھانا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ ضیاالدین برنی خواجہ حسن نظامی کا تعارفی خط لے کر آئے۔ انہیں کہیں سے پتہ چل گیا تھا کہ اقبال بی۔ اے کے ممتحن ہیں۔ وہ بی۔ اے کا امتحان دے کر آئے تھے چنانچہ اپنا رول نمبر پیش کر دیا۔ اس پر علامہ اقبال ناراض ہو گئے۔ برنی صاحب نے علامہ کو خط لکھا اور کشیدگی تعلقات کا ذکر کیا۔ علامہ اقبال نے اس کے جواب میں ۱۷ اپریل ۱۹۱۵ء کو تحریر فرمایا :

"تعجب ہے کہ اس واقعہ کو آپ کشیدگی تعلقات سے تعبیر فرماتے ہیں۔ اس واقعہ سے پہلے میرے آپ کے کوئی تعلقات نہیں تھے اور میں نے اس موقع پر جو کچھ عرض کیا تھا اس میں اخلاقی اعتبار سے بالکل حق بجانب تھا۔ اس کو آپ بخوبی سمجھتے تھے اور یقیناً اب بھی سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اور معاملہ ہوتا یا اب ہو تو میں ہر طرح آپ کی مدد کے لیے حاضر ہوں۔"[1]

علامہ اقبال کو علم و ادب سے گہرا تعلق تھا چنانچہ وہ لائبریری کے معاملات میں دلچسپی لیا کرتے تھے اور لائبریری کے لیے اچھی اچھی کتابیں خریدنے کی سفارش کیا کرتے تھے۔ سید سلیمان ندوی کے نام یکم فروری ۱۹۲۴ء کے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں :

"چند کتابیں اسلامی حکما پر حال ہی میں شائع ہوئی ہیں جو میں نے

---

[1] انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار۔ اقبال اکیڈمی لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۷۷

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے لیے خرید لی تھیں۔"[1]

ایک اور خط میں پروفیسر شجاع کو لکھتے ہیں:

"آپ لاہور تشریف لائیں تو فہرست کتب ہمراہ لیتے آئیں ممکن ہے کہ بعض یا کل کتابیں پنجاب یونیورسٹی خرید لے، پروفیسر شفیع جو پنجاب یونیورسٹی کے عربی کے پروفیسر ہیں اور جن کو غالباً آپ بھی جانتے ہوں گے وہ بھی اس فہرست کو دیکھ لیں گے اور دیکھنے کے بعد یونیورسٹی میں رپورٹ کر سکیں گے۔"[2]

پنجاب یونیورسٹی کی پچپنویں کانوکیشن ۲۳ دسمبر ۱۹۳۲ء بروز جمعہ یونیورسٹی ہال میں منعقد ہوئی۔ اس اجلاس سے سر حسن سہروردی، لفٹیننٹ کرنل او۔ بی۔ ای، ایم۔ ڈی، ایف۔ آر۔ سی۔ ایس۔ آئی، ڈی پی ایچ وائس چانسلر کلکتہ یونیورسٹی نے خطاب کرتے ہوئے آخر میں کہا:[3]

"میرے نوجوان دوستو میں اپنا خطاب اس سے بہتر انداز میں ختم نہیں کر سکتا کہ اپنے قومی ہندو اور مسلم شعرا کے روح پرور الفاظ کو یاد کروں:

ہم چل پڑے ہیں لیکن منزل ابھی ہے کوسوں
اور سخت مشکلوں میں ہے کارواں ہمارا
آپس کی دشمنی کے یہ دن نہیں ہیں ہرگز
پہلے ہی جبکہ دشمن ہے آسماں ہمارا

---

[1] اقبال نامہ حصہ اول ص ۲۸-۱۲۷
[2] ایضاً ص ۲۱۸
[3] پنجاب گزٹ حصہ سوم الف ص ۸۴

حب وطن کا مل کر سب ایک راگ گائیں
لہجہ جدا ہو گرچہ مرغانِ نغمہ خواں کا
یہ وقت ہے کہ کہہ دیں سب ہو کے یک زباں ہم
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا
آمل کے غیریت کے پردوں کو پھر اٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقش دوئی مٹا دیں
مندر میں ہو بلانا جس دم پجاریوں کو
آوازۂ اذاں میں ناقوس کو چھپا دیں
اگنی ہے وہ جو نرگن کہتے ہیں پیت جس کو
دھرموں کے یہ بکھیڑے اس آگ سے جلا دیں
مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا"

پہلے بند میں اشعار علامہ اقبال کے ترانۂ ہندی کی طرز پر کہے گئے ہیں اور آخری مصرع ترانۂ ہندی سے لیا گیا ہے۔ پہلے بند کے باقی اشعار کس کے ہیں یہ معلوم نہ ہو سکا۔ بانگ درا اور باقیاتِ اقبال میں نہیں ہیں۔ دوسرے بند میں علامہ اقبال کی دو نظموں نیا شوالہ اور ترانۂ ہندی کے اشعار کو ملا دیا گیا ہے۔ پہلے تین شعر نیا شوالہ کے ہیں اور آخری شعر ترانۂ ہندی کا۔

پنجاب یونیورسٹی نے علامہ اقبال کو ۱۹۳۳ء میں ڈی لٹ کی ڈگری دی۔ اس سلسلے میں پنجاب سنڈیکیٹ نے اپنے ۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کے اجلاس میں طے کیا کہ دس ممتاز اشخاص کو ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں دی جائیں۔ ان کے نام یہ ہیں[1]:

---

[1] پنجاب گزٹ حصہ سوم الف ۱۲ر نومبر ۱۹۳۳ء، ص ۷۰۵

۱۔ مہاراجہ آف جموں اینڈ کشمیر	ایل ایل ڈی
۲۔ مہاراجہ آف پٹیالہ	ایل ایل ڈی
۳۔ نواب آف بہاول پور	ایل ایل ڈی
۴۔ سر شادی لال چیف جسٹس ہائی کورٹ	ایل ایل ڈی
۵۔ سر فضل حسین ایجوکیشن ممبر حکومت ہند	ایل ایل ڈی
۶۔ سر سکندر حیات خاں ریونیو ممبر پنجاب گورنمنٹ	ڈی او ایل
۷۔ سردار بہادر سر سندر سنگھ مجیٹھیا	ڈی او ایل
۸۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال	ڈی لٹ
۹۔ رائے بہادر پروفیسر شیو رام کشیاپ	ڈی ایس سی
۱۰۔ اے۔ سی وولنر	ڈی لٹ

یہ ڈگریاں پنجاب یونیورسٹی کی جوبلی تقریبات کے سلسلے میں دی جا رہی تھیں۔ سینٹ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں ان ڈگریوں کے دیئے جانے کی منظوری متفقہ طور پر دے دی۔[۱] اس سلسلے میں خاص کانوکیشن ۴ دسمبر ۱۹۳۳ء کو منعقد ہوئی۔ چانسلر نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے ڈگریاں پانے والوں کو خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے علامہ اقبال کے بارے میں جو کچھ کہا اس کا ترجمہ درج ذیل ہے :

"علامہ اقبال کی صورت میں یونیورسٹی مشہور فلسفی اور شاعر کو خراج تحسین پیش کرتی ہے اور ہمیں یہ سوچ کر مسرت ہوتی ہے کہ وہ کئی برس یونیورسٹی کی اورینٹل فیکلٹی کے ڈین رہے ہیں۔"[۲]

---

[۱] پنجاب گزٹ حصہ سوم الف ۱۷ نومبر ۱۹۳۳ء ص ۳۰۲

[۲] ایضاً ۱۶ فروری ۱۹۳۴ء ص ۵۱

۱۹۳۷ء میں خواجہ غلام السیدین نے تجویز پیش کی کہ اقبال کے فلسفۂ تعلیم کے بارے میں یونیورسٹی میں توسیعی خطبات دیے جائیں مگر علامہ اقبال کے اس زمانہ میں پنجاب یونیورسٹی کے حکام سے اچھے روابط نہ تھے لہٰذا انہوں نے خواجہ صاحب کو ۲۵ ستمبر ۱۹۳۷ء کو لکھا :-

"آپ کے خط کا جواب لکھ کر ابھی ڈاک میں ڈال چکا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر ڈارلنگ (وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی) یا مسٹر عبدالحئی (وزیر تعلیم) کو آپ کا یا میرا لکھنا مناسب نہیں۔ کیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ یہ لیکچر اسلامیہ کالج یا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن یا مسلم انٹر کالجیئیٹ برادرہڈ کی دعوت پر دیے جائیں"۔[1]

۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت کے دوران لوگوں سے اپیل کی گئی کہ وہ حکومت سے ہر طرح کا تعلق منقطع کر لیں۔ اس سلسلے میں مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی مولانا ابوالکلام آزاد اور دوسرے حضرات لاہور تشریف لائے اور کہا کہ اسلامیہ کالج اور سکولوں کے لیے حکومت سے جو سالانہ امداد ملتی ہے اسے ترک کر دیا جائے اور اگر اسلامیہ کالج کے طلبا کی اکثریت موجودہ نظام تعلیم پر عدم اطمینان کا اظہار کرے تو کالج کا الحاق پنجاب یونیورسٹی سے ختم کر دیا جائے۔ انہوں نے حکومت کی امداد بند کرنے کے عوض گیارہ ہزار روپے کی رقم دینے کا وعدہ

---

[1] روح مکاتیب اقبال ص ۶۶۱

کیا۔ اس سلسلے میں انجمن حمایت اسلام کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں علامہ اقبال نے کہا: "میرا عقیدہ یہ ہے کہ انجمن الحاق اور حکومت سے امداد لینے کے مسائل کا فیصلہ مذہبی علماء سے مشورہ لیے بغیر اور دینی احکام معلوم کیے بغیر نہیں کر سکتی"[1] مگر علامہ اقبال کی تجویز منظور نہ ہوئی اور خان بہادر فضل حسین کی تجویز کثرت رائے سے منظور کر لی گئی کہ اسلامیہ کالج اور سکول بدستور پنجاب یونیورسٹی سے ملحق رہیں۔ ۳۶ ارکان نے قرارداد کے حق میں ووٹ دیا۔ علامہ اقبال اور دیگر پندرہ ارکان نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ اس سلسلے میں علامہ اقبال نے زمیندار اخبار کو ایک طویل خط لکھا جس کے آخر میں تحریر فرمایا:۔

"افسوس کہ انجمن حمایت اسلام نے بھی معاملات زیر بحث کے فیصلہ میں اسی اصول پر عمل کیا ہے۔ مجھے ان سے یہ شکایت ہے کہ انہوں نے کیوں فیصلہ کرنے سے پیشتر فقہائے اسلام سے استصواب نہیں کیا۔ اگر تمام حالات کو سننے کے بعد فقہائے اسلام کی یہی رائے ہو کہ الحاق قائم رکھا جائے تو میں بھی نہایت خوشی کے ساتھ اراکین انجمن کا ہمنوا ہوں۔ قطع نظر اس کے کہ انہوں نے اپنا ایک اہم مذہبی فرض ادا نہیں کیا۔ میری رائے ناقص میں اس سوال کے مذہبی پہلو کو نظر انداز کر دینے سے اراکین کونسل نے خود انجمن

---

[1] گفتار اقبال مرتبہ: محمد رفیق افضل، ادارہ تحقیقات پاکستان لاہور ۱۹۷۷ء ص ۲۶۹

کے لیے زندگی و موت کا سوال پیدا کر دیا ہے"۔[1]

علامہ اقبال اگرچہ اسلامیہ کالج کے یونیورسٹی سے الحاق کے حق میں نہ تھے لیکن جب جنرل کونسل نے الحاق کی منظوری دے دی تو آپ نے اس فیصلہ کو منظور کر لیا۔ کچھ لوگ کالج نہ کھولنے پر بضد تھے اور ان کے لیڈر ڈاکٹر کچلو تھے۔ علامہ اقبال نے انہیں خط لکھا کہ یہ معاملہ دوبارہ کونسل میں پیش کیا جائے گا لیکن اس وقت کالج کھول دینا چاہیئے[2] علامہ کا خط پاکر ڈاکٹر کچلو مطمئن ہو گئے۔

محمد حنیف شاہد نے اپنی کتاب اقبال اور انجمن حمایت اسلام میں انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاس ۲۲ر دسمبر ۱۹۱۲ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ جنرل کونسل نے یونیورسٹی فاؤنڈیشن کمیٹی ۲۷ر دسمبر ۱۹۱۲ء کے جلسہ کے لیے انجمن کا جو وفد نامزد کیا اس میں ان کا نام بھی تھا۔[3] اس جلسہ میں اس وفد نے یونیورسٹی کے معاملات کے بارے میں انجمن کے نقطۂ نظر کو بیان کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہاں "یونیورسٹی" سے مراد پنجاب یونیورسٹی ہی ہو سکتی ہے۔

پنجاب یونیورسٹی نے اقبالیات کا شعبہ بھی قائم کیا ہے جس میں تدریس تو نہیں ہوتی مگر یہاں تحقیق و تنقید کا کام کیا جاتا ہے۔ اس شعبہ کا عملہ مختصر ہے۔ ۱۹۸۰ء میں مرزا محمد منور گورنمنٹ کالج سے ڈیپوٹیشن پر اس شعبہ کے انچارج ہو کر آئے۔ وہ ۲۶ر مارچ ۱۹۸۵ء کو اس شعبہ سے فارغ ہوئے اور اس کا

---

[1] زمیندار اخبار ۱۸ر نومبر ۱۹۲۱ء بحوالہ اقبال اور انجمن حمایت اسلام از محمد حنیف شاہد انجمن حمایت اسلام لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۰۳

[2] ایضاً ص ۱۰۴ [3] ایضاً ص ۵۲

چارج وائس چانسلر ڈاکٹر منیر الدین چغتائی کو دے دیا۔ شعبہ نے اس وقت تک بقول مرزا منور صاحب[1] :

"اس شعبے نے حضرت علامہ کی ولادت کی تقریب صدی کے موقع پر پڑھے جانے والے مقالات کا انتخاب تین جلدوں میں شائع کیا، ایک جلد انگریزی ایک اردو میں اور ایک عربی میں ہے۔ فنڈز نہ تھے لہٰذا میری تصانیف (اور وہ بھی تین ہی تھیں) باہر سے چھپوانا پڑیں مراد ہے (۱) Iqbal and Quranic Wisdom اور (۲) Iqbal Poet-Philosopher of Islam (۳) برہان اقبال ـــ خوشی ہوتی اگر یہ تینوں کتب بھی یونیورسٹی ہی چھاپتی ... ... اس وقت ایک مسودہ انگریزی مقالات پر مشتمل اور دوسرا اردو مقالات پر مشتمل ہے اور نادرہ زیدی صاحبہ کی تحویل میں ہیں دونوں مسودے ان مقالات کا انتخاب ہیں جو نومبر ۱۹۸۳ء میں مئی (یا شاید مئی) اقبال کانگریس میں پڑھے گئے تھے ... ... ایک مسودہ میرا تیار ہے۔ علامہ اقبال کا تصور امت، وہ میرے ہی پاس ہے۔"

شعبہ اقبالیات ایم فل کی کلاسیں شروع کرنا چاہتا ہے اور ایک مجلہ کے اجرا کا بھی پروگرام ہے۔ شعبہ اقبالیات کی لائبریری میں اس وقت ۹۸۴ کتابیں ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی میں علامہ اقبال کے بارے میں تحقیقی کام ہوتا رہتا

---

[1] چارج رپورٹ کا خط بنام ڈاکٹر منیر الدین چغتائی مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۸۵ء از مرزا محمد منور

ہے۔ اس سلسلہ میں ایم۔ اے اور پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر مقالے تحریر کروائے گئے ہیں مگر ڈی لٹ کی ڈگری علامہ اقبال پر کسی یونیورسٹی سے نہیں دی گئی۔ پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر پنجاب یونیورسٹی میں چار تحقیقی مقالے لکھے گئے، ان کے نام یہ ہیں:

The impact of Rumi upon The religious thought of Islam — از ڈاکٹر ایم نذیر

The political Philosophy of Iqbal — از ڈاکٹر پروین فیروز حسن

Iqbal's Philosophy of Knowledge — از ڈاکٹر محمد معروف

تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ — از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی

علامہ اقبال یونیورسٹی اور نٹیل کالج سے وابستہ رہے ہیں مگر اب تک اس ادارہ کی طرف سے علامہ اقبال پر پی ایچ۔ ڈی کی سطح کا صرف ایک کام مکمل ہوا ہے۔ اب اس ادارہ نے اس طرف زیادہ توجہ کی ہے چنانچہ چار اصحاب کو پی ایچ۔ ڈی کے لیے رجسٹر کیا گیا ہے۔ شعبہ اقبالیات میں محمد یوسف مغل ریسرچ سکالر مقرر ہوئے ہیں مگر بقول ان کے نگران مرزا محمد منور صاحب[۱]:

"کچھ کام کیا بھی، کچھ ہو رہا تھا، درمیان ہی چھوڑ گئے۔ یہ ضرور کہہ گئے کہ جب کام مکمل ہو گا تو لے آئیں گے۔"[۱]

۱۹۷۷ء تک علامہ اقبال پر پنجاب یونیورسٹی میں ایم۔ اے کی سطح پر ۹ مقالات لکھوائے گئے۔[۲] ان میں ۵۳ شعبۂ اردو ۱۸ شعبہ فلسفہ و

---

[۱] چارج رپورٹ از مرزا محمد منور صاحب۔ [۲] جامعات میں اقبال کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ از ڈاکٹر سید معین الرحمٰن ناشر: اقبال اکیڈمی لاہور ۱۹۷۷ء سے استفادہ کیا گیا۔

شعبۂ فارسی ۱۴ شعبۂ سیاسات ۷ شعبۂ اسلامیات ۵ شعبۂ ایجوکیشن ۷ شعبۂ معاشیات ایک شعبۂ تاریخ ایک - ان کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی نے منشی فاضل (فارسی) کے لیے بھی دو مقالے لکھوائے - ۱۹۷۷ء سے بعد کی تفصیل ڈاکٹر سید معین الرحمٰن صاحب نے نہیں دی - اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

> "پچھلے پانچ سال کی مدت میں ایم - اے کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں یونیورسٹیوں میں لکھے گئے مقالات کا احاطہ ایک بڑی فرصت چاہتا ہے - صرف پنجاب یونیورسٹی لاہور ہی کے مختلف شعبوں میں ۱۹۷۸ء سے ۱۹۸۲ء تک لکھے گئے مقالات کی تعداد ایک چوتھائی سینکڑے سے کم نہیں ۔"[۱]

ایم - اے کے بیشتر مقالے معیاری نہیں ہوتے - بہر حال اقبال کو پڑھنے کا یہ بھی ایک ذریعہ ہیں اور یونیورسٹی سے اقبال کے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں -

اقبال اور درسی کتابیں

علامہ اقبال کا تعلق درسی کتابوں سے تین حیثیتوں سے رہا ہے۔ ان میں سے ایک کا ذکر بہت سی کتابوں میں ہوا ہے یعنی یہ کہ انہوں نے سکولوں کے لیے نصابی کتب مرتب کی تھیں مگر اس معاملہ میں بھی زیادہ تحقیق و جستجو سے کام نہیں لیا گیا اور باوجود اس کے کہ ان کی تصانیف پر پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ تحریر کیا جا چکا ہے، کچھ لکھنے کی گنجائش موجود ہے۔ علامہ اقبال کا درسی کتابوں سے دوسرا تعلق یہ ہے کہ درسی کتابوں میں ان کی نظمیں شامل ہوتی رہی ہیں، اس بارے میں ابھی تک کچھ نہیں لکھا گیا لہٰذا یہ محققین کے لیے نیا میدان ہے۔ درسی کتابوں سے ان کا تیسرا تعلق یہ ہے کہ وہ اس کمیٹی کے ممبر رہے ہیں جو پنجاب کے مدارس کے لیے کتابیں منظور کرتی تھی۔ اس تعلق کا ذکر ان کی سیرت کی کتابوں میں موجود نہیں ہے، حال ہی میں شائع ہونے والی ایک کتاب میں اس طرف اشارا کیا گیا ہے لہٰذا ہم سب سے پہلے اسی کا ذکر کرتے ہیں۔ محمد حنیف شاہد صاحب نے اپنی کتاب میں "رکن ٹیکسٹ بک کمیٹی" کے عنوان سے لکھا ہے:

"پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی بمعہ جناب ڈائریکٹر صاحب بہادر پچیس ممبران پر مشتمل تھی جس میں اقبال بھی شامل تھے۔ اس کمیٹی کا کام یہ تھا کہ نصاب مقرر

کرے مدارس کے کتب خانوں اور انعامات کے لیے عمدہ عمدہ کتب منتخب کرے۔
سکولوں کے لیے مفید کتب اور رسالہ جات مہیا کرائے۔ طلبا کے مطالعہ کے لیے
دلچسپ اور مفید کتب نامزد اور عمدہ کتب سکولوں کی نذر کرے۔ ان
تمام پہلوؤں میں اس کمیٹی نے نہایت مفید کام سرانجام دیا۔ جنرل کمیٹی جس
میں پچیس ۲۵ ممبران تھے، اس کے ماتحت کئی ایک سب کمیٹیاں تھیں۔ ؎۱"

ان کے اس بیان میں اقبال سے زیادہ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کا ذکر ہے اور صرف اتنا ہی پتہ چلتا ہے کہ وہ ٹیکسٹ بک کمیٹی کے ممبر تھے۔ وہ کب ممبر مقرر ہوئے اور کتنا عرصہ ممبر رہے اس کا پتہ نہیں چلتا۔ ان کے اس بیان سے یہ شبہ بھی ہوتا ہے کہ جو کمیٹی کا ایک بار ممبر مقرر ہو جاتا ہوگا وہ ہمیشہ ممبر رہتا ہوگا حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کے غیر سرکاری ممبر دو سال کے لیے مقرر کیے جاتے تھے جبکہ ناظم تعلیمات عامہ پنجاب اس کے بلحاظ عہدہ صدر تھے۔ ہمیں خوش قسمتی سے حکومت پنجاب کے ہوم ڈیپارٹمنٹ (ایجوکیشن) کی مطبوعہ خط و کتابت دستیاب ہوئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ اقبال اور بھائی گوپال سنگھ چادلہ کو ۱۵ فروری ۱۹۱۲ء سے دوبارہ دو سال کے لیے کمیٹی کا ممبر مقرر کیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ۱۵ فروری ۱۹۱۰ء سے کمیٹی کے ممبر مقرر ہوئے تھے۔ ہم اس خط کی نقل ذیل میں درج کرتے ہیں ؎۲:

؎۱ مفکر پاکستان از محمد حنیف شاہد۔ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۲ء ص ۸۶-۱۸۵

؎۲ Proceedings of govt. of the Punjab in the Home (Education) For month of February, 1912, Printed at the Govt. Press, 1912 Page 26

41-2 The Secretary Text-Book Committee Punjab. informs him that Dr. Shaikh Muhammad Iqbal M.A. Ph.D Barister-at-Law Lahore and Bhai Gopal Singh Chawla M.A. Professor Govt. College Lahore have been re-appointed memebers of the Punjab Text Book Committee for two years with effect from 15th February 1912.
Dr. Shaikh Muhammad Iqbal and Bhai Gopal Singh Chawla informed.

علامہ اقبال ۱۳ مئی ۱۸۹۹ء کو اورینٹل کالج لاہور میں میکلوڈ عریبک ریڈر کی حیثیت سے ملازم ہوئے[1] اسی وقت سے ان کا تعلق درسی کتابوں سے قائم ہوا۔ کیونکہ میکلوڈ عریبک ریڈر کے فرائض میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ سنڈیکیٹ کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والی عربی یا انگریزی کتب کا ترجمہ بھی کرے اورینٹل کالج کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۰۱ - ۱۹۰۲ء سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ اقبال نے اس سال کے دوران واکر Walker کی تصنیف پولیٹکل اکانومی کی تلخیص اور ترجمہ کیا۔ اس کتاب کا ترجمہ درسی ضرورتوں کے تحت کیا گیا ہو گا۔ اسی رپورٹ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم الاقتصاد پر کتاب لکھ رہے ہیں[2]۔ محمد عبداللہ

---

[1] تاریخ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور، مرتبہ: ڈاکٹر غلام حسین ص ۱۳

[2] بحوالہ انفکرہ پاکستان از محمد حنیف شاہد

قریشی لکھتے ہیں کہ اورینٹل کالج لاہور میں تاریخ، فلسفہ اور سیاستِ مدن پڑھانا اقبال کے فرائض میں شامل تھا۔[1] علم الاقتصاد کے سرورق پر "علم الاقتصاد جس کا معروف نام سیاستِ مدن ہے" لکھا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب کو اورینٹل کالج کی درسی ضرورتوں کے تحت لکھا گیا ہو گا کیونکہ علامہ اقبال وہاں سیاستِ مدن پڑھاتے تھے مگر سر عبدالقادر نے مخزن میں اس کتاب کا ایک باب "آبادی" شائع کیا تو اس پر مندرجہ ذیل نوٹ لکھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسے سکولوں کے لیے درسی کتاب کے طور پر لکھا گیا تھا:

"شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔اے نے حال ہی میں ایک کتاب پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کے ایما سے علم الاقتصاد جس کا انگریزی نام پولیٹیکل اکانومی ہے اور جسے عموماً علم سیاستِ مدن کہتے ہیں لکھا ہے۔ بلامبالغہ اس فن میں ایسی جامع اور عام فہم کتاب اردو زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی۔ ہندوستان میں ابھی اس علم کا بہت کم چرچا ہے حالانکہ اس کو بغور پڑھنے کی ہندوستان کو نہایت ضرورت ہے۔ جب یہ کتاب شائع ہو گی تو ہمیں کامل امید ہے کہ شیخ صاحب کی شہرت اور اس کی ذاتی خوبی مقبولیت کو اس کے استقبال کے لیے اُٹھا کر لائے گی اور علاوہ عام قدر دانی کے خاص جماعتیں اسے خریدیں گی۔ ٹیکسٹ بک کمیٹی نے اسے پسند کیا ہے اور ایک سو جلدیں خریدنا منظور فرمایا ہے۔ ہم قابل مصنف کی اجازت سے اس کا ایک دلچسپ حصہ نقل کرتے ہیں۔ کتاب زیرِ طبع ہے۔"

---

[1] حیاتِ اقبال کی گم شدہ کڑیاں از محمد عبداللہ قریشی۔ بزمِ اقبال کلب روڈ لاہور ص ۱۶۹

یہ نوٹ اپریل ۱۹۰۴ء کے مخزن میں شائع ہوا لہٰذا جناب عبداللہ قریشی کا یہ خیال کہ یہ کتاب ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی[1] یا جناب ممتاز حسن صاحب کا یہ کہنا کہ یہ ۱۹۰۳ء میں طبع ہوئی غلط قرار پاتا ہے۔ ہسٹری آف سروسز آف گزٹیڈ آفیسرز جو اکونٹنٹ جنرل پنجاب کی طرف سے ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی اس میں علامہ کی کتاب پولیٹیکل اکانومی اِن اردو کا ذکر ہے۔ اگر مخزن کے نوٹ کو درست تسلیم کیا جائے تو یہ واکر کی کتاب کا ترجمہ ہوگا۔ اسی ہسٹری آف سروسز میں ان کی تصانیف کے ضمن میں "اردو نظمیں جو یورپی نمونوں کی پیروی میں لکھی گئیں" لکھا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بانگِ درا کی انگریزی شاعروں سے ماخوذ نظمیں ۱۹۰۳ء سے قبل تصنیف کی جاچکی تھیں۔ یہ نظمیں بھی علامہ اقبال نے درسی کتابوں کے لیے لکھی تھیں۔ علامہ اقبال کی درسی کتابوں کا ذکر اقبال کے محققین نے کیا ہے مگر ان کی نظمیں کب اور کون سی درسی کتابوں میں شائع ہوتی رہیں۔ اس طرف اشارا ابھی نہیں کیا۔

محکمہ تعلیم پنجاب کی طرف سے اردو کی پانچویں کتاب ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ اس کتاب کا تیرھواں ایڈیشن ہے اور پندرہ ہزار کی تعداد میں شائع ہوا ہے۔ قیاس کہتا ہے کہ یہ بیسویں صدی کے پہلے ایک دو سالوں میں شائع ہوئی ہوگی۔ اس طرح اب تک کی معلومات کے تحت یہ اردو کی پہلی درسی کتاب ہے جس میں علامہ اقبال کی نظمیں شائع ہوئی ہیں اور یہ چوتھی جماعت کے لیے ہے۔ اور اسے سررشتہ تعلیم پنجاب اور ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب کے لیے رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز نے اپنے مفید عام مطبع میں چھاپا۔

---

[1] حیاتِ اقبال کی گم شدہ کڑیاں از محمد عبداللہ قریشی۔ بزم اقبال کلب روڈ لاہور ص ۱۷۰

اس کتاب میں علامہ اقبال کی دو نظمیں شامل کی گئی ہیں۔ ایک مکڑا اور مکھی اور دوسرے ہمدردی۔ یہ نظمیں اس لحاظ سے بڑی اہم ہیں کہ ان میں اور بانگِ درا میں شامل نظموں میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ باقیاتِ اقبال طبع دوم (اشاعت ۱۹۶۶ء) مرتبہ سید عبدالواحد معینی و ترمیم و اضافہ از محمد عبداللہ قریشی میں ان تبدیلیوں کی نشاندہی نہیں کی گئی جو بانگِ درا میں موجود اشعار میں کی گئیں۔

۔ چوتھی جماعت کی کتاب میں شامل نظم مکڑا اور مکھی میں ۳۲ شعر ہیں جبکہ بانگِ درا میں ۲۴ اشعار ہیں۔ باقیاتِ اقبال طبع سوم میں لکھا ہے کہ بانگِ درا میں ۲۵ شعر شائع ہو چکے ہیں یہ درست نہیں ہے۔ اس طرح بانگِ درا میں تیسرا، پانچواں، بارھواں، تیرھواں، بیسواں، پچیسواں، اکتیسواں اور بتیسواں شعر حذف ہوئے ہیں۔ یہ شعر باقیاتِ اقبال طبع سوم میں شامل ہیں مگر دو شعروں کے مصرعوں میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ وہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

اک دن کسی مکھی سے یہ کہنے لگا مکڑا	بانگِ درا
اک دن کسی مکھی سے یہ بولا مکڑا	(اردو کی پانچویں کتاب)
یہ سوچ کے مکھی سے کہا اس نے بڑی بی	بانگِ درا
یہ سوچ کے مکھی سے کہا آئیے حضرت	(اردو کی پانچویں کتاب)

اسی طرح ہمدردی جو اسی کتاب میں شامل کی گئی ہے اس میں سولہ شعر ہیں مگر بانگِ درا میں صرف آٹھ شعر ہیں۔ باقیاتِ اقبال طبع سوم میں حذف شدہ آٹھ شعر دیے ہیں مگر بانگِ درا اور باقیاتِ اقبال دونوں کے مطالعہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ نظم میں اشعار کی اصل ترتیب کیا ہو گی لہٰذا ہم ذیل

2103

آئینۂ عجم

PUNJAB PUBLIC LIBRARY
ESTABLISHED
LAHORE

انتخاباتِ نثر و نظمِ فارسی برائے طلبائے میٹرکولیشن

مرتبہ و مؤلفۂ

ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بیرسٹر ایٹ لا

۱۹۲۳ء

پبلشرز

میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز انارکلی۔ لاہور

PUNJAB PUBLIC LIBRARY
ESTABLISHED
1884

آئینہ عجم

مرتبہ

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی

کا

ایران کی رسم و رواج اور طرز سلطنت

ایرانی عموماً درمیانہ قد گندم رنگ ہیں۔ بولتے بہت ہیں۔ کام کرتے تھوڑا ہیں۔ بڑے خوش مزہ اور ہنس مکھ ہیں۔ لیکن روتے بہت ہیں۔ ایسی زبان رکھتے ہیں کہ سانپ کو سوراخ سے نکال لائے۔ لیکن عجیب بات جو اس ملک میں ہے وہ یہ ہے کہ گویا عورت وہاں کوئی وجود نہیں رکھتی۔ گلی کوچوں میں چھوٹی لڑکیاں چار چار پانچ پانچ سال کی بھی جاتی ہیں۔ لیکن عورت کہیں نظر نہیں آتی۔ اس خاص معاملہ میں جہاں تک میں اندیشہ کرتا ہوں میری عقل کچھ نہیں پہنچتی۔ میں نے سنا تھا کہ دنیا میں عورتوں کا شہر ہوا کرتا ہے کہ جہاں مردوں کا نام و نشان نہیں۔ لیکن مردوں کا شہر اپنی عمر میں نہ سنا تھا جو یہاں دیکھا۔ یورپ میں کہتے ہیں کہ ایرانی ہر ایک ایک حرم خانہ رکھتے ہیں جو عورتوں سے پُر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یورپ کے لوگ دنیا سے بہت بے خبر ہیں۔ جس ایران میں باہر نکلی عورت پیدا نہیں ہوتی کس طرح

میں پوری نظم درج کرتے ہیں :-

ہمدردی

ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا
بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا
کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی
اُڑنے چگنے میں دن گزارا

آنکھوں سے ٹپک رہے تھے آنسو
کہتا تھا کہ ہائے اب کروں کیا
کس طرح سے گھونسلے کو جاؤں
بے شام یہ رات کا اندھیرا

پھیلی ہے یہ رات کی سیاہی
رستہ نہیں گھونسلے کا ملتا
افسوس مجھے سمجھ نہ آئی
اُڑنے چگنے میں دن گزارا

خورشید کے ڈوبنے سے پہلے
گھر مجھے چاہیئے تھا جانا
بچے مرے دیر سے ہیں بھوکے
دے گا انہیں کون جا کے دانا

مر جائیں نہ وہ غریب ڈر کر
گر جائیں نہ گھونسلے سے باہر

بلبل نے کہا جو حال اپنا
جگنو کوئی پاس ہی سے بولا
حاضر ہوں مدد کو جان و دل سے
کیڑا ہوں اگرچہ میں ذرا سا
کیا غم ہے جو رات ہے اندھیری
میں راہ میں روشنی کروں گا
اللہ نے دی ہے مجھ کو مشعل
چمکا کے مجھے دیا بنایا
روشن ہیں جو پر مرے تو مجھ کو
آسان ہے راہ کا دکھانا
اوروں کے جو کام میں نہ آئیں
کس کام کا پھر مرا ہے جینا
بلبل کو اُڑا یہ کہہ کے جگنو
لے کر اسے گھونسلے میں آیا

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

بانگِ درا میں آٹھ شعر ہیں۔ ان میں صرف پہلا، دسواں، گیارھواں، بارھواں اور سولھواں شعر جوں کے توں شامل کیے گئے ہیں۔ پانچویں شعر کا پہلا مصرع بدل کر اس طرح کر دیا ہے:

ع کہتا تھا کہ رات سر پہ آئی

اسی طرح نویں شعر کا پہلا مصرعہ بدل کر یوں کر دیا ہے:

سُن کر بلبل کی آہ و زاری

تیسرے شعر کو بالکل ہی بدل دیا ہے۔ اب اس کی شکل یہ ہے:

پہنچوں میں کس طرح آشیاں تک   ہر چیز پہ چھا گیا اندھیرا

نظم کے دو بند تھے جنہیں بانگ درا میں ایک بند بنا دیا گیا ہے۔

اس کے بعد جو درسی کتاب ہماری نظر سے گذری وہ مولوی محمد اسماعیل کی کتاب سفینۂ اردو ہے۔ یہ لکھنؤ سے ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی۔ اسے ڈی پی آئی آگرہ اور اودھ کے حکم سے مرتب کیا گیا تھا۔ یہ ساتویں اور آٹھویں جماعت کے لیے مرتب کی گئی ہے۔ اس میں علامہ اقبال کی نظم "ایک پرندے کی فریاد" شائع ہوئی ہے۔ اس میں وہ تمام حذف شدہ شعر ہیں جو باقیاتِ اقبال طبع دوم (ص ۲۸۶، ۲۸۷) میں دیے گئے ہیں۔ صرف دو مصرعوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ وہ دونوں مصرعے باقیاتِ اقبال اور سفینۂ اردو سے نقل کیے جاتے ہیں:

باغوں میں بسنے والے خوشیاں منا رہے ہیں   (باقیات)

باغوں میں کہنے والے خوشیاں منا رہے ہیں   (سفینۂ اردو)

آزاد رہ کے جس نے دن اپنے ہوں گذارے   (باقیات)

آزاد جس نے رہ کر دن اپنے ہوں گذارے   (سفینۂ اردو)

"نصابِ اردو" کو پنجاب یونیورسٹی نے ۱۹۲۱ء میں شائع کیا۔ یہ اس کتاب کی تیسری اشاعت ہے اور اسے سینیٹ پنجاب یونیورسٹی نے امتحانِ داخلہ کے لیے مقرر کیا تھا۔ اس میں بھی علامہ اقبال کی دو نظمیں ایک آرزو اور دنیا شوالہ شامل کی گئی ہیں۔ ایک آرزو کی یہ نظم مخزن دسمبر ۱۹۰۲ء[۱] میں شائع ہوئی نصابِ اردو میں شائع ہونے والی نظم بانگ درا اور مخزن میں دی گئی نظم سے مختلف ہے۔ مخزن میں اس کے تیئس شعر تھے۔ بانگ درا میں شامل کرتے وقت دس شعر حذف کر دیئے گئے ہیں جو باقیاتِ اقبال میں شامل ہیں۔ نصاب اردو میں اس کے صرف سولہ شعر ہیں۔ اس میں ایک شعر باقیات میں موجود حذف شدہ اشعار میں سے بھی شامل کیا گیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

دل کھول کر بہاؤں اپنے وطن پہ آنسو سرسبز جن کے نم سے بوٹا امید کا ہو

بانگ درا والی نظم کے شعر نمبر ۴، ۷، ۸، ۱۲ اور ۱۵ نصابِ اردو میں شامل نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ بھی دونوں میں کچھ اختلافات ہیں۔ نصاب اردو والی نظم کا چوتھا شعر بانگِ درا میں گیارہواں شعر ہے۔ دوسرے شعر کے پہلے مصرعے میں بانگ درا کے "بھاگا ہوں" کی جگہ "ہوں گریزاں" چھپا ہے۔ اسی طرح چوتھے شعر (بانگِ درا کے پانچویں) شعر میں نصابِ اردو میں چہچہے ہے جبکہ بانگ درا میں چہچہوں ہے۔ دسویں (بانگ درا میں چودھویں) شعر میں نصاب اردو میں "راتوں کے چلنے والے" ہے جبکہ بانگ درا میں "راتوں کو چلنے والے" چھپا ہے۔ نصابِ اردو میں شامل نظم نیا شوالہ میں وہ تمام حذف شدہ شعر جو باقیاتِ اقبال میں ہیں اور وہ شعر ماسوائے ایک شعر کے جو بانگ درا میں ہیں، موجود ہیں بانگِ درا

---

[۱] باقیاتِ اقبال طبع دوم ص ۳۰۰

کا یہ شعر نصابِ اردو کی نظم میں نہیں ملتا، یہ ۱۹۲۱ء کے بعد بڑھایا گیا ہے:

شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

اسی طرح بانگِ درا کے پانچویں شعر کے پہلے مصرع میں بھی فرق ہے۔ دونوں مصرعے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

آمل کے غیریت کے پردوں کو پھر اٹھا دیں (نصابِ اردو)
آ غیریت کے پردے ایک بار پھر اٹھا دیں (بانگ درا)

یہ تمام کتابیں بانگِ درا کی اشاعت (۱۹۲۴ء) سے پہلے شائع ہوئیں۔ لہٰذا ان تبدیلیوں کو ظاہر کرتی ہیں جو علامہ نے وقتاً فوقتاً کیں۔ بانگِ درا کی اشاعت کے بعد کتابوں میں بانگ درا والی نظمیں شائع ہونا چاہیئں تھیں مگر اردو کی ساتویں کتاب جسے اردو ٹیکسٹ بک ٹرانسلیشن بورڈ لونا نے مرتب کیا اور جو ۱۹۲۹ء میں فیروز الدین اینڈ سنز لاہور نے تیسری بار شائع کی، اس سے مختلف کہانی سناتی ہے۔ اس کتاب میں علامہ اقبال کی نظم جگنو شائع کی گئی مگر اس میں یہ شعر بھی شامل ہے جو علامہ اقبال نے حذف کر دیا تھا اور باقیاتِ اقبال میں موجود ہے:

اک مشت گل میں رکھا احساس کا شرارہ
انساں کو آگہی دی ظلمت کو چاندنی دی

اس کتاب میں علامہ اقبال کی نظم شکوہ کے کچھ بند بھی شامل ہیں مگر ان کی ترتیب وہ نہیں ہے، جو بانگ درا میں ہے۔ مثال کے طور پر اس درسی کتاب میں دی گئی نظم کا پہلا اور دوسرا بند بانگِ درا کا دوسرا اور چوتھا بند ہے۔ ممکن ہے کہ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۴ء سے پہلے شائع ہو چکا ہو۔ سر راس مسعود نے بھی ایک کتاب انٹرمیڈیٹ کے طلبا کے لیے نصابِ اردو

کے نام سے مرتب کی تھی۔ اس کا پہلا ایڈیشن جو نظامی پریس بدایوں میں طبع ہوا ہماری نظر سے گذرا ہے۔ اس میں انہوں نے علامہ اقبال کی دو نظمیں "ایک آرزو" اور "ایک پرندے کی فریاد" دی ہیں چونکہ ان نظموں کے اشعار بانگِ درا سے مطابقت نہیں رکھتے اس لیے یہ یقیناً بانگِ درا کی اشاعت سے قبل مرتب ہوئی ہے۔ تعجب ہے کہ انہوں نے "ایک پرندے کی فریاد" (بانگِ درا میں صرف "پرندے کی فریاد" عنوان ہے) کو بارھویں جماعت کے طلباء کے لیے مناسب سمجھا۔ بہرحال ایک آرزو کے انہوں نے ۱۶ شعر دیے ہیں جبکہ بانگِ درا میں بیس شعر ہیں۔ عموماً درسی کتابوں میں اصل نظمیں ہیں اور ان میں سارے اشعار شامل کیے گئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سر راس مسعود کو علامہ نے خود یہ نظم بھیجی ہوگی۔ پنجاب یونیورسٹی کے نصاب اردو میں یہ نظم سر راس مسعود کی کتاب سے لی گئی معلوم ہوتی ہے۔ سر راس مسعود کی کتاب کا نام بھی نصابِ اردو ہے مگر یہ کلکتہ یونیورسٹی کے لیے مرتب کی گئی ہے۔

نصاب اردو میں شامل ایک پرندے کی فریاد بھی بانگ درا سے مختلف ہے۔ نصاب اردو میں اس کے بیس شعر دیے ہیں جبکہ بانگ درا میں گیارہ شعر ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نو شعر حذف کر دیے گئے ہیں۔ بانگِ درا میں نصاب اردو کے شعر نمبر ۲، ۳، ۷، ۱۱، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۹ نہیں ہیں مگر باقیاتِ اقبال کے مرتبین نے لکھا ہے کہ:

"ابتدا میں اس نظم کے بیس شعر تھے۔ مندرجہ ذیل شعر کتر بیونت کا شکار ہوئے"۔[۱]

---

[۱] باقیات اقبال مرتبہ: عبدالواحد معینی و محمد عبداللہ قریشی، آئینہ ادب لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲۸۶

اس کے بعد گیارہ شعر دیے ہیں مگر دقت یہ ہے کہ علامہ اقبال نے نہ صرف اشعار حذف کیے یا ان میں ترمیم کی بلکہ اشعار کی ترتیب بھی بدل دی چنانچہ ہم ذیل میں ایک پرندے کی فریاد پوری نقل کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ بعد میں علامہ اقبال نے نظم کی صورت کیا سے کیا بنادی :

ایک پرندے کی فریاد

آتا ہے یاد مجھ کو گذرا ہوا زمانہ — وہ جھاڑیاں چمن کی وہ میرا آشیانہ
وہ ساتھ سب کے اڑنا وہ سیر آسماں کی — وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا مل کے گانا
پتوں کا ٹہنیوں پر وہ جھومنا خوشی سے — ٹھنڈی ہوا کے پیچھے وہ تالیاں بجانا
آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی — اپنی خوشی سے جانا اپنی خوشی سے آنا
لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم — شبنم کا صبح آکر پھولوں کا منہ دھلانا
وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سی مورت — آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانہ
تڑپا رہی ہے مجھ کو رہ رہ کے یاد اسکی — تقدیر میں لکھا تھا پنجرے کا آب و دانہ

اس قید کا الٰہی دکھڑا کسے سناؤں
ڈر ہے یہیں قفس میں میں غم سے مر نہ جاؤں

کیا بدنصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں — ساتھی تو ہیں وطن میں میں قید میں پڑا ہوں
آئی بہار کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں — میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں
باغوں میں بسنے والے خوشیاں منا رہے ہیں — میں دل جلا اکیلا دکھ میں کراہتا ہوں

آتی نہیں صدائیں ان کی مرے قفس میں
ہوتی مری رہائی - اے کاش مرے بس میں

ارمان ہے یہ جی میں اڑ کر چمن کو جاؤں — ٹہنی پہ گل کی بیٹھوں آزاد ہو کے گاؤں
بیری کی شاخ پہ ہو ویسا ہی پھر بسیرا — اس اجڑے گھونسلے کو پھر جا کے میں بساؤں

چگتا پھر دن چمن میں دانے ذرا ذرا سے ساتھی جو ہیں پرانے ان سے ملوں ملاؤں

پھر دن پھریں ہمارے پھر سیر ہو وطن کی
اُڑتے پھریں خوشی سے کھائیں ہوا چمن کی

جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے دل غم کو کھا رہا غم دل کو کھا رہا ہے
گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والے دُکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے[1]
آزاد جس نے رہ کر دن اپنے ہوں گذارے اس کو بھلا خبر کیا یہ قید کیا بلا ہے

آزاد مجھ کو کر دے او قید کرنے والے
میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے

ایک اور درسی کتاب اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں علامہ اقبال کے حالاتِ زندگی ایک صفحہ اور ایک سطر کے شامل کیے گئے ہیں۔ اس کا عنوان ہماری چار نامور ہستیاں ہیں۔ یہ نامور ہستیاں ڈاکٹر اقبال، مسز روجنی نائیڈو، ڈاکٹر ٹیگور اور سر جگدیش چندر بوس ہیں۔ اس درسی کتاب کا نام رفیقِ طلبا ہے اور یہ چوتھی جماعت کے لیے اردو کا زائد کورس ہے۔ اسے دی پنجاب سکول سپلائی ڈپو لاہور نے دوسری بار ۱۹۲۸ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں مندرج علامہ اقبال کے حالات یہاں نقل کیے جاتے ہیں :

۲- ہماری چار نامور ہستیاں

۱- ڈاکٹر اقبال

ڈاکٹر سر محمد اقبال اس وقت ہندوستان کے اُن شاعروں میں سے ہیں۔ جن کی شہرت ساری دنیا میں ہو رہی ہے۔ آپ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ ہندوستان میں ایم۔اے تک تعلیم پا کر ولایت چلے گئے۔ اور وہاں خوب پڑھا لکھا۔ اور بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔

---

[1] سدا

پھر ہندوستان میں آ کر آپ نے ایسی اچھی نظمیں کہنی شروع کیں کہ ہر طرف آپ ہی کا نام لیا جانے لگا۔ پہلے آپ اردو میں نظمیں کہتے تھے۔ اب فارسی میں کہتے ہیں۔ پچھلے دنوں آپ کی فارسی نظموں کی ایک کتاب کا ترجمہ انگریزی میں ہوا ہے۔ آپ کی نظموں ہی کی خوبیوں کی وجہ سے آپ کو "سر" کا خطاب ملا ہے۔"

علامہ اقبال کی نظمیں درسی کتابوں میں شامل کی جاتی رہی ہیں۔ اور انہوں نے علم الاقتصاد کو بھی درسی ضرورت کے تحت لکھا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے مندرجہ ذیل درسی کتب بھی مرتب کیں :

۱۔ تاریخ ہند

۲۔ آئینۂ عجم

۳۔ اردو کورس پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت کے لیے۔

تاریخ ہند کے سرورق پر لالہ رام پرشاد پروفیسر ہسٹری گورنمنٹ کالج لاہور اور ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کے نام بطور مصنف درج ہوئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی، اس وقت علامہ اقبال ٹیکسٹ بک کمیٹی کے ممبر تھے۔ امکان غالب ہے کہ علامہ اقبال کے نام سے فائدہ اٹھانے کے لیے لالہ رام پرشاد نے ان کا نام بھی بطور مصنف لکھ دیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کتاب لکھنے سے پہلے ہی علامہ سے اس امر کی اجازت حاصل کر لی ہو کیونکہ کتاب کے بات علامہ کے لکھے ہوئے معلوم نہیں ہوتے۔ کتاب میں اورنگ زیب اور محمود غزنوی کے خلاف لکھا گیا ہے۔[۱] فقیر وحید الدین کا خیال ہے کہ یہ کتاب

---

[۱] روزگار فقیر جلد دوم از فقیر وحید الدین ص ۶۴ — لاہور ۱۹۶۴ء

مڈل کی جماعتوں میں پڑھائی جاتی تھی اور کتاب کا خلاصہ ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا تھا۔ افسوس کہ یہ کتاب تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکی۔

آئینہ عجم میں میٹرک کے طلبا کے لیے نثر و نظم فارسی کا انتخاب دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے اپنی کتاب تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ (ص ۱۳۴) میں آئینہ عجم کا سن اشاعت ۱۹۲۶ء بتایا ہے۔ عبدالجبار شاکر نے اس کا سن طباعت ۱۹۲۷ء دیا ہے[1]۔ جو غالباً انوار اقبال سے لیا گیا ہے۔ انوار اقبال میں ۱۹۲۷ء کے سرورق کا عکس ہی شائع ہوا ہے[2]۔ مگر خوش قسمتی سے ہمیں آئینہ عجم کا ایک سرورق اور دو صفحات دستیاب ہوئے ہیں۔ افسوس کہ کتاب نہ مل سکی۔ اس پر ۱۹۲۳ء کا سن اشاعت درج ہے اس کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا یہ طے ہو جاتا ہے کہ آئینہ عجم ۱۹۲۳ء میں شائع ہو چکی تھی۔ آئینہ عجم کا یہ ایڈیشن پہلی بار متعارف کرایا جا رہا ہے۔

آئینہ عجم کی پہلی اشاعت کے بارے میں اب تک کی اطلاعات درست نہ تھیں۔ آئینہ عجم کا ۱۹۲۵ء میں اردو ترجمہ ہو گیا تھا۔ اب تک کسی نے بھی اس ترجمے کا ذکر نہیں کیا۔ اس ترجمے کے پہلے اور آخری صفحہ کا عکس شائع کیا جا رہا ہے۔ اس ترجمے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے آخر میں علامہ اقبال کے حالاتِ زندگی بھی دیے ہیں جو اگرچہ بمشکل ایک صفحہ کے ہیں مگر اس اعتبار سے اہم ہیں کہ علامہ اقبال کی زندگی میں شائع ہوئے۔ ان میں علامہ اقبال کا سنِ پیدائش ۱۸۷۰ء بتایا گیا ہے جو عجیب ہے۔ یہ حالات زندگی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

"اقبال۔ شیخ محمد اقبال نام۔ سیالکوٹی اقبال تخلص، ۱۸۷۰ء میں سیالکوٹ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ ایام تعلیم میں عالم طفولیت سے شعر و سخن کی جانب میلان طبع بہت تھا۔ ابتدائی تعلیم میں بخوش قسمتی سے

---

[1] قاموس الاقبال مرتبہ عبدالجبار شاکر ناشر بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن لاہور ۱۹۸۱ء

[2] انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار طبع دوم اقبال اکیڈمی لاہور ۱۹۷۷ء ص ۲۵

سکول کے اعلیٰ ماسٹر صاحب بھی قابل اور سخن فہم تھے۔ طبیعت چمکی اور مشق کرتے کرتے فارسی اردو زبانوں میں کامل ماہر سخن سنج ہوئے۔ انگریزی زبان میں بھی سکالر ہوئے۔ ۱۸۹۸ء میں میں نے گورنمنٹ کالج لاہور میں آپ کو دیکھا۔ جبکہ بی۔ اے کلاس میں تعلیم پاتے تھے۔ نواب مرزا خاں داغ دہلوی سے اگرچہ تلمذ ہے۔ لیکن محاورات اور شعر گوئی میں مشکل پسندی ظاہر کرتی ہے کہ مرزا غالب مرحوم کے تتبع میں محو ہیں۔ تصنیفات اردو میں بانگ درا اور فارسی اسرار خودی رموز بیخودی مقبول عالم ہیں۔ ممالک یورپ کی سیر بھی کی۔ اور انگلستان میں چند سال تعلیم علوم مغربی سے مستفید ہو کر قانونی امتحانات میں کامیاب ہوئے۔ کچھ عرصہ اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر کے ممتاز عہدہ پر خدمت انجام دی۔ ان دنوں بیرسٹر ایٹ لاء لاہور میں ہیں۔ خداوند آپ کی عمر میں برکت دے۔ نازش پنجاب ہیں"

ضمیمہ پنجاب گزٹ ۷ مئی ۱۹۲۶ء سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک آئینہ عجم کے دو اور ترجمے بھی شائع ہو چکے تھے۔ ایک ترجمہ عبد الغفور ہیڈ اور ینٹل ٹیچر خالصہ ہائی سکول لاہور نے کیا۔ اس کے ۱۳۶ صفحات تھے اور یہ کپور پرنٹنگ ورکس نے ایک ہزار کی تعداد میں چھاپا۔ دوسرا ترجمہ لالہ گوبند رام وتلوا ابھان نے مرکنٹائل پریس لاہور سے چھپوا کر ایک ہزار کی تعداد میں شائع کیا۔ اس کے ۲۲۰ صفحات ہیں۔ ان ترجموں کا کسی کو علم نہیں۔

آئینہ عجم (۱۹۲۳ء) کے دو صفحے فہرست مضامین کے بھی ملے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ حصہ نثر ۱۹۰ صفحے تک ہے جبکہ حصہ نظم ص ۱۹۱ سے شروع ہوتا ہے اور صفحہ ۲۳۶ سے قطعات شروع ہوتے ہیں۔ اس میں فرہنگ نہیں ہے۔ آئینہ عجم

کا ۱۹۳۶ء کا ایڈیشن دستیاب ہے۔ اس کا حصۂ نظم ۸ے صفحات تک ہے اور حصۂ نظم ۱۳۶ صفحہ تک ہے۔ ۱۳۷ سے ۱۶۴ صفحات تک فرہنگ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں آئینہ عجم میں کمی کردی گئی تھی۔ ضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۵ راپریل ۱۹۲۴ء سے معلوم ہوتا ہے کہ آئینۂ عجم کی صرف ایک نثر جلد میں چھاپی گئی تھیں۔ اسے سکول بورڈ کی سب کمیٹی میں پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کے پہلے ۱۱۳ صفحات حذف کرنے کی سفارش کی چنانچہ ناشر نے اسے دوبارہ شائع کیا۔ سکول بورڈ کی سب کمیٹی نے اپنے اجلاس مؤرخہ ۳ر مارچ ۱۹۲۷ء میں ۱۶۴ صفحات کے اس ایڈیشن کو جس کی قیمت دس آنے تھی منظور کرلیا۔ اس کمیٹی کی صدارت خلیفہ شجاع الدین نے کی۔ ایم محمد دین کنوینر اور پروفیسر دیوی دیال ممبر تھے۔ (پنجاب گزٹ حصہ سوم الف۔ ۲۹ راپریل ۱۹۲۷ء) چونکہ آئینۂ عجم ۱۹۲۳ء کا ایڈیشن نہیں ملتا اور صرف فہرست مضامین ہی دستیاب ہے۔ اس لیے فہرست مضامین کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	حصۂ نثر		۶	آشیانِ بلبل ...	۷۹
۱	ہزیمتِ ہمایوں (ہمایوں نامہ)	۱	۷	محاورۂ سیاحے با یکے از وحشیانِ امریکائے شمالی	۸۴
۲	حکایات (کلیلہ دمنہ)	۲۳	۸	مجادلہ درمیانِ علوم و فنون	۹۲
۳	درافزونی گہر از افزونی ہنر (کابوس نامہ)	۵۴	۹	پروانہ	۱۰۲
۴	زنبور و مورچہ	۶۶	۱۰	ماہ و انجم	۱۰۵
۵	حکایاتِ حکیم قاآنی	۷۱	۱۱	ملت و دولتِ ایران	۱۱۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲	ماطلبید ۔۔۔۔	۱۲۱
۱۳	سرگزشت شاہ قلی میرزا (تنیاتر)	۱۳۹
۱۴	سیاحت نامۂ ابراہیم بیگ	
	نمبر ۱ قزوین	۱۶۷
	نمبر ۲ مراغہ	۱۸۰
	حصۂ نظم	
۱۵	مناظرۂ تیر و کمان	۱۹۱
۱۶	کشیدن موش شتر را	۱۹۲
۱۷	شکایت ایام ۔۔۔۔	۱۹۳
۱۸	نے و چنار ۔۔۔۔	۱۹۴
۱۹	کدو و چنار ۔۔۔	۱۹۶
۲۰	موش و گربہ	۱۹۷
۲۱	اعرابی طامع	۱۹۹
۲۲	طائر باہمت	۲۰۲
۲۳	سکندر و دیوجانس کلبی	۲۰۴
۲۴	شبلی و مور	۲۰۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۵	عمرؓ و مرد خدا	۲۰۶
۲۶	خود بینیٔ عقاب	۲۰۷
۲۷	مور و عقاب	۲۰۸
۲۸	دخمۂ شاپور	۲۰۹
۲۹	پندنامۂ نوشیروان	۲۱۰
۳۰	باد	۲۱۳
۳۱	ابر	۲۱۵
۳۲	آب	۲۱۶
۳۳	بہار	۲۱۶
۳۴	بہار	۲۱۸
۳۵	فصل بہار	۲۲۰
۳۶	خوش دلی	۲۲۳
۳۷	قلم	۲۲۴
۳۸	نغمۂ ساربان	۲۲۶
۳۹	مدائن	۲۲۹
۴۰	اسپ ضعیف و شاعر ظریف	۲۳۴
۴۱	قطعات	۲۳۶

اردو کورس پانچویں جماعت کے لیے، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت کے کورس کے بعد مرتب کیا گیا۔ اس کے مرتب کرنے میں بھی حکیم احمد شجاع علامہ اقبال کے ساتھ ہیں۔ اس میں بھی ایک نظم اور ایک نثر پارہ

کے اصول کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ کتاب کا آغاز مولانا حالی مرحوم کی نظم خدا کی قدرت سے ہوتا ہے۔ آخر میں منشی پریم چند کا افسانہ نمک کا داروغہ شامل کیا گیا ہے جو ۲۳۹ صفحہ پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرہنگ ۲۷۱ صفحہ تک ہے۔ اس کتاب کی زبان سید اولاد حسین شاداں بلگرامی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور نے درست کی ہے۔ وہ اس کتاب میں گذارش کے عنوان سے کہتے ہیں:

"مولفین کتاب ہذا کی خواہش تھی کہ میں اس نصاب کی زبان پر بحیثیت صحت وسقم نظر ثانی کردوں چنانچہ تعمیل ارشاد کے لیے جہاں کہیں مجھے اپنے معلومات کے موافق سقم معلوم ہوا، میں نے بلا امتیاز ترمیم کردی یا نوٹ لکھ دیا۔ میں اس کتاب کے ہر مضمون کے مؤلف کو قابل فخر ہستی سمجھتا ہوں بعض مصنفین کی قابلیت تو مسلم ہندوستان ہے ساتھ ہی اس کے میں یا کوئی خطائے بشری سے خالی نہیں ۹ جون ۱۹۲۸ء"

آخر میں دی گئی تاریخ سے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ کتاب ۱۹۲۸ء میں مرتب کی گئی جو درست معلوم نہیں ہوتا۔ انھوں نے کتاب کے سرورق کا جو عکس چھاپا ہے اس پر "ایڈیشن سوم بار ششم" لکھا ہے اور یہ ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی ہے۔ ہمیں جو کتاب دستیاب ہوئی ہے وہ ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی ہے۔ دوسرے سرورق کی عکسی نقل شائع کی جا رہی ہے۔ پہلے سرورق کی عبارت یہ ہے:

اردو کورس

پانچویں جماعت کے لیے

مؤلفہ

ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم اے، پی ایچ ڈی

حکیم احمد شجاع بی۔ اے (علیگ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسرا ایڈیشن ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا۔ اس سے پہلے دو ایڈیشن شائع ہو چکے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دو ایڈیشن شائع ہو چکنے پر اس کتاب کے بعض مندرجات کی زبان پر اعتراض کیے گئے ہوں گے اور مؤلفین نے اس کی درستی کے لیے جناب شاداں بلگرامی کو زحمت دی ہو گی۔ ایک اور بات قابلِ غور ہے، جو اشاعت ہمارے پیشِ نظر ہے اس پر "منظور شدہ سررشتہ ہائے تعلیم پنجاب صوبہ دہلی بمبئی و مدراس بطور ٹیکسٹ بک" کے الفاظ درج نہیں ہیں جبکہ یہ ۱۹۲۷ء والی اشاعت پر درج ہیں چنانچہ ۱۹۲۹ء میں تیسرے ایڈیشن کی پہلی طباعت شائع ہوتی ہے اور اسے بطور ٹیکسٹ بک منظور کروایا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کتاب ۱۹۲۸ء سے پہلے مرتب ہو چکی تھی۔ اس کی تائید ضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۳ مارچ ۱۹۲۸ء سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے مطابق اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۷ء میں گلاب چند کپور اینڈ سنز لاہور نے تین ہزار کی تعداد میں شائع کیا۔ اس کے صفحات ۳۰۸ بتائے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعد میں اس میں کچھ کمی کر دی گئی تھی۔ چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت کے لیے جو کتابیں مرتب ہوئیں ان کا دیباچہ ایک ہی ہے۔ اس کتاب کا دیباچہ ان سے مختلف ہے لہٰذا اسے ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے۔ یہ دیباچہ انوارِ اقبال میں بھی نقل نہیں ہوا اسے پہلی بار متعارف کرایا جا رہا ہے۔

دیباچہ

اس سے پہلے چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت کے لیے اردو کورس تیار کیے گئے تھے۔ جن کو پنجاب۔ صوبجات متحدہ و مدراس کی ٹیکسٹ بک کمیٹیوں نے منظور فرمایا اور مدارس کے معلمین اور طلبا نے بہ نظر پسندیدگی دیکھا۔ اس وقت یہ کورس عام طور پر ہندوستانی مدارس میں پڑھائے جاتے

ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ کورس جن اصول کے ماتحت مرتب کیے گئے تھے وہ قابلِ حوصلہ افزائی ثابت ہوئے۔ اب پانچویں جماعت کا اُردو کورس ہدیۂ ناظرین ہے۔ اس میں بھی اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ پُرانے اور نئے زمانے کے اساتذۂ علم و ادب کے مضامین اس طرح جمع کیے جائیں کہ طلباء کو نئی معلومات حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اُردو زبان سے وابستگی پیدا ہو اور وہ ایسے اندازِ تحریر سے واقف ہو جائیں جو اظہارِ مطالب پر حاوی ہو۔ مضامین کے انتخاب میں زمانۂ حاضرہ کی تمام ضروریات کا خیال رکھا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ مضامین ایسے دلکش اور پُر اثر ہوں کہ بچوں کی طبیعت ان کی طرف خود بخود راغب ہو۔ یہ مضامین بچوں کے دل میں مادرِ وطن کی محبت، اخلاقی جرأت اور ادبی ذوق پیدا کرنے کے اہل ہیں۔ امید ہے کہ معلّمین ان کو پڑھاتے وقت اُن تمام جذباتِ عالیہ کو طلباء کے دل و دماغ پر نقش کرنے کی کوشش کریں گے۔ جو ان مضامین کی تہ میں موج زن ہیں۔ بچوں کی تعلیمی مشکلات کو کم کرنے کے لیے ایک فرہنگ کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور قواعدِ اردو کے اصولوں کو ان اسباق کے ذریعے آسان طریقے پر ذہن نشین کرنے کے لیے ہر سبق کے اختتام پر مشقی سوالات لکھ دیے گئے ہیں۔ خدا کرے یہ کورس بھی پہلی کتابوں کی طرح طلباء کے دل میں علم و ادب کی محبت پیدا کرنے میں کامیاب ہو اور وہ اس قابل ہو جائیں۔ کہ اپنے خیالات کا اظہار صاف اور سلیس اردو میں کر سکیں کہ حقیقت میں یہی ہر درسی کتاب

کا منشا ہے۔

ہم جناب قبلہ سید اولاد حسین شاداں بلگرامی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کے ممنونِ احسان ہیں۔ کہ انھوں نے اس نصاب کی زبان پر نظرِ ثانی فرمائی۔ حضرت ممدوح اہلِ زبان ہیں اور ان کا علم و فضل کسی مزید تعارف کا محتاج نہیں۔

مؤلفین

اردو کورس کی پانچویں کتاب جناب عبدالجبار شاکر صاحب کی ملکیت ہے اور ہم نے انہیں سے مستعار لے کر اسے دیکھا۔

اردو کورس پانچویں جماعت کے لیے سے پہلے اردو کورس چھٹی اور آٹھویں جماعت کے لیے شائع ہو چکے تھے۔ اس سلسلہ کا نام سلسلۂ ادبیہ رکھا گیا۔ اسے علامہ اقبال اور حکیم احمد شجاع نے مشترکہ طور پر مرتب کیا۔ "اردو کورس چھٹی جماعت کے لیے" اس سلسلہ کی پہلی کتاب ہے جو دعا سے شروع ہوتی ہے پھر دنیا کی آبادی پر مضمون ہے۔ اس کے بعد ایک نظم اور ایک نثر کا سلسلہ ۲۱۶ صفحات تک چلتا ہے اور ۲۱۶ صفحہ سے ۲۴۴ تک فرہنگ ہے۔ یہ کتاب ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی اور اس کا پہلا ایڈیشن ہماری نظر سے گزرا ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی نظر سے ۱۹۲۹ء کا ایڈیشن گزرا تھا۔ ۱۹۲۹ء کے ایڈیشن پر سررشتۂ تعلیم پنجاب و صوبہ جات متحدہ و مدارس کی طرف سے منظور شدہ لکھا ہے[2] لیکن ہمارے پیشِ نظر جو ایڈیشن ہے اس کے سرورق پر یہ عبارت نہیں ہے۔ چونکہ یہ ایڈیشن نایاب ہے اس لیے اس کے سرورق کا عکس بھی شائع کیا جا رہا ہے۔ اس میں جو دیباچہ دیا گیا ہے وہی

---

[1] ضمیمہ پنجاب گزٹ ۶ فروری ۱۹۲۵ء

[2] تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ ص ۲۸

ساتویں اور آٹھویں جماعت کی کتابوں میں بھی شامل ہے۔ اس دیباچہ میں مؤلفین نے اردو کورس کی خصوصیات پر روشنی ڈالی ہے۔ اس لیے اسے یہاں پورا نقل کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ دیباچہ انوار اقبال میں بھی نقل کیا گیا ہے مگر مضمون کو مکمل بنانے کے لیے اسے یہاں شامل کیا جارہا ہے۔ یہ دیباچہ براہ راست درسی کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔

دیباچہ

اردو کی مروجہ درسی کتابوں میں یہ کمی عام طور پر محسوس کی جاتی ہے کہ وہ نفس مضمون۔ انداز تحریر اور طریقۂ انتخاب کے اعتبار سے زمانۂ حال کے مطالبات کو پورا نہیں کرتیں۔ یہ کتابیں ایک ایسے زمانے میں مرتب ہوئیں جب انتخاب کے مواقع کم تھے اور زبان اردو نے وہ رنگ اختیار نہ کیا تھا جو مغربی ادب کے تاثر کا لازمی نتیجہ ہے ان کتابوں کے نقائص بیان کرنے کی بجائے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کی امتیازی خصوصیات ہی بیان کردی جائیں۔

سلسلۂ ادبیہ کی ترتیب میں اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے کہ پرانے اساتذۂ فن کے نتائج فکر کے ساتھ ساتھ زمانۂ حال کے ان انشاپردازوں اور شاعروں کے مضامین نظم و نثر بھی طالب علم کی نظر سے گذریں جنھوں نے اردو کو ایک ایسی زبان بنانے کے لیے انتھک اور کامیاب کوششیں کی ہیں جو موجودہ ضروریات کے مطابق اور ادائے مطالب پر قادر ہو۔ مضامین کے انتخاب کے تنوع کو مد نظر رکھتے ہوئے اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر مضمون ادبی خوبیاں رکھنے کے باوجود مفید معلومات کا حامل ہو۔

درسی کتابوں پر بالعموم متانت کا رنگ اس قدر غالب ہوتا

ہے کہ طالب علم ان میں زیادہ دلچسپی نہیں لے سکتے۔ اس نقص کو دور کرنے کے لیے اس سلسلہ میں ظریفانہ مضامین نظم و نثر کی چاشنی بھی شامل کر دی گئی ہے۔ کیونکہ نو عمر بچوں کے دل و دماغ تک دلچسپ پیرایۂ اظہار کی وساطت ہی سے رسائی ممکن ہے۔ مضامین زیادہ تر ایسے ہی منتخب کیے گئے ہیں جن میں زندگی کا روشن پہلو جھلکتا ہو تاکہ طالب علم اس کے مطالعہ کے بعد کشاکشِ حیات میں زیادہ استقلال زیادہ رواداری (کذا) اور زیادہ اعتماد سے حصہ لے سکیں۔ حقیقت میں ادبیات کی تعلیم کا یہی مقصد ہونا چاہیئے کہ ادبی ذوق کی تربیت کے ساتھ ساتھ طلبا کی وسیع النظری اور ان کے دل و دماغ کی جامعیت بھی نشو و نما پائے۔ ہمیں امید ہے کہ اس سلسلے کی کتابوں کے مطالعہ سے طلبا زبانِ اردو کے ادبی محاسن سے بھی واقف ہو جائیں گے۔ اور ان کو اس زبان کی روز افزوں ترقی وسعت اور قدرتِ اظہار کا علم بھی ہو جائے گا۔ اس مجموعہ میں ایسے مضامین بھی ہیں جن میں مناظرِ فطرت، ذہنی کیفیات اور طبعی جذبات کی تصویریں الفاظ میں کھینچی گئی ہیں۔ اور ایسے بھی ہیں جن میں علم طبیعات کے انکشافات، صنعت و حرفت کی اختراعات اور عام علمی تحقیقات کو زبان اردو میں بیان کیا گیا ہے۔ اخلاقی مضامین کے انتخاب میں اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ان کا اسلوب بیان ایسا ہو جو طالب علم کو کمزور اور بزدل بنانے کی بجائے نیک اور بہادر بنائے اور اس امر کا لحاظ تو بالخصوص رکھا گیا ہے کہ منتخبہ نظم و نثر پر وطنیت کا رنگ غالب ہو۔ تاکہ طلبا کے دلوں میں اخلاقِ حسنہ اور علم و ادب کی تحصیل کے ساتھ ساتھ اپنے وطن کی

محبت کا پاک جذبہ موجزن ہو۔ اور وہ ہندوستان کو جس کی عظمت کے نشان اس مجموعہ میں جگہ جگہ پر موجود ہیں زیادہ پُرعظمت بنانے میں حصہ لیں۔

سلسلۂ ادبیہ کو زبان اردو کے طلبا کی ادبی رہنمائی کے لیے ہر طرح مکمل بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا کرے کہ یہ طلبا کے مذاقِ ادب کو لطیف اور معیارِ لیاقت کو بلند کرنے میں کامیاب ثابت ہو۔ اس ضمن میں شیخ عبدالحمید صاحب ایم۔ اے آئی۔ای۔ایس وفلیبر طریقۂ تعلیم ٹریننگ کالج لاہور کی عنایت خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جنھوں نے اس سلسلے کی موجودہ تین کتابوں کے مسودات کو بغور ملاحظہ کیا اور جن کے قیمتی مشورے اس سلسلے کی ترتیب و تدوین میں بہت مفید ثابت ہوئے۔"

اس کتاب میں علامہ اقبال کی نظم جگنو کے صرف چار شعر شامل ہیں حالانکہ بانگِ درا میں یہ نظم ۷ اشعار پر مشتمل ہے۔

سلسلۂ ادبیہ کی تیسری کتاب اردو کی ساتویں جماعت کے لیے ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب نے اپنی تصنیف 'تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ' میں اس کا سنِ اشاعت یا سالِ تصنیف نہیں لکھا۔ ہماری نظر سے اس کتاب کا ۱۹۲۴ء کا ایڈیشن گزرا ہے اور یہی غالباً اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ہے۔ چنانچہ اس کے سرورق کی عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے:

سلسلۂ ادبیہ

اردو کورس

ساتویں جماعت کے لیے

مؤلفہ

ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم۔اے، پی ایچ ڈی، بیرسٹرایٹ لا

و

حکیم احمد شجاع بی۔اے علیگ

اسسٹنٹ سیکرٹری پنجاب لیجسلیٹو کونسل

۱۹۲۴ء

گلاب چند کپور اینڈ سنز بک سیلرز، پبلشرز انارکلی، لاہور

مرکنٹائل پریس لاہور باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر کے چھپا

دیباچہ اور سرورق چھوڑ کر کتاب کے ۲۵۱ صفحات ہیں۔ آخر میں فرہنگ ہے جو ۲۵۲ سے ۳۱۶ صفحہ تک ہے۔ اس میں علامہ اقبال کی نظم میرا وطن شامل ہے۔ جو بانگِ درا میں شامل نظم "ہندوستانی بچوں کا قومی گیت" کا ہی دوسرا نام ہے۔ مگر بعد میں آخری بند حذف کر دیا گیا۔ یہ بند باقیاتِ اقبال میں موجود ہے۔

یہ نظم سب سے پہلے مخزن کے فروری ۱۹۰۵ء کے شمارے میں "ایک ہندوستانی بچے کا گیت" کے عنوان سے شائع ہوئی۔ یہ امر تعجب انگیز ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے بانگِ درا میں تو آخری بند حذف کر دیا مگر اس درسی کتاب میں یہ نظم جوں کی توں شامل کر دی حالانکہ اردو کی ساتویں کتاب اور بانگِ درا کا سنِ اشاعت ایک ہی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ اردو کی ساتویں کتاب بانگ درا سے پہلے مرتب ہو چکی تھی اور بانگ درا میں شامل کرتے ہوئے اس میں ترمیم کر دی گئی مگر آٹھویں جماعت کے نصاب میں بھی بانگِ درا سے مختلف نظم شامل ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ علامہ اقبال کی یہ نظمیں حکیم

سلسلۂ ادبیہ

اُردو کورس

پانچویں جماعت کے لیے

مؤلفہ

ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم-اے-پی-ایچ-ڈی-بیرسٹرایٹ لا
و ممبر پنجاب لیجسلیٹو کونسل

و

حکیم احمد شجاع بی-اے (علیگ)
سکرٹری پنجاب لیجسلیٹو کونسل

۱۹۲۹ء

گلاب چند کپور اینڈ سنز بک سیلرز پبلشرز انارکلی لاہور
نے
اپنے مطبع پنجاب آرٹ پریس لاہور میں بابو پیارے لال کے اہتمام سے چھپا

سلسلۂ ادبیہ

اُردو کورس

چھٹی جماعت کے لئے

PUNJAB PUBLIC LIBRARY
LAHORE

مؤلفہ

ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم اے - پی - ایچ - ڈی بیرسٹر ایٹ لا

(و)

حکیم احمد شجاع بی - اے (علیگ)
اسسٹنٹ سکرٹری پنجاب لیجسلیٹو کونسل

سنہ ۱۹۲۴ء

گلاب چند کپور اینڈ سنز
بک سیلرز و پبلشرز انارکلی لاہور

(مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر چھپا)

۸۹۰۱

سلسلۂ ادبیہ

اردو کورس

46

آٹھویں جماعت کے لئے

مؤلفۂ

ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی۔بیرسٹرایٹ لا

(و)

حکیم احمد شجاع بی۔اے۔(علیگ)
اسسٹنٹ سکرٹری پنجاب لیجسلیٹو کونسل

پبلشرز

گلاب چند کپور اینڈ سنز

لاہور

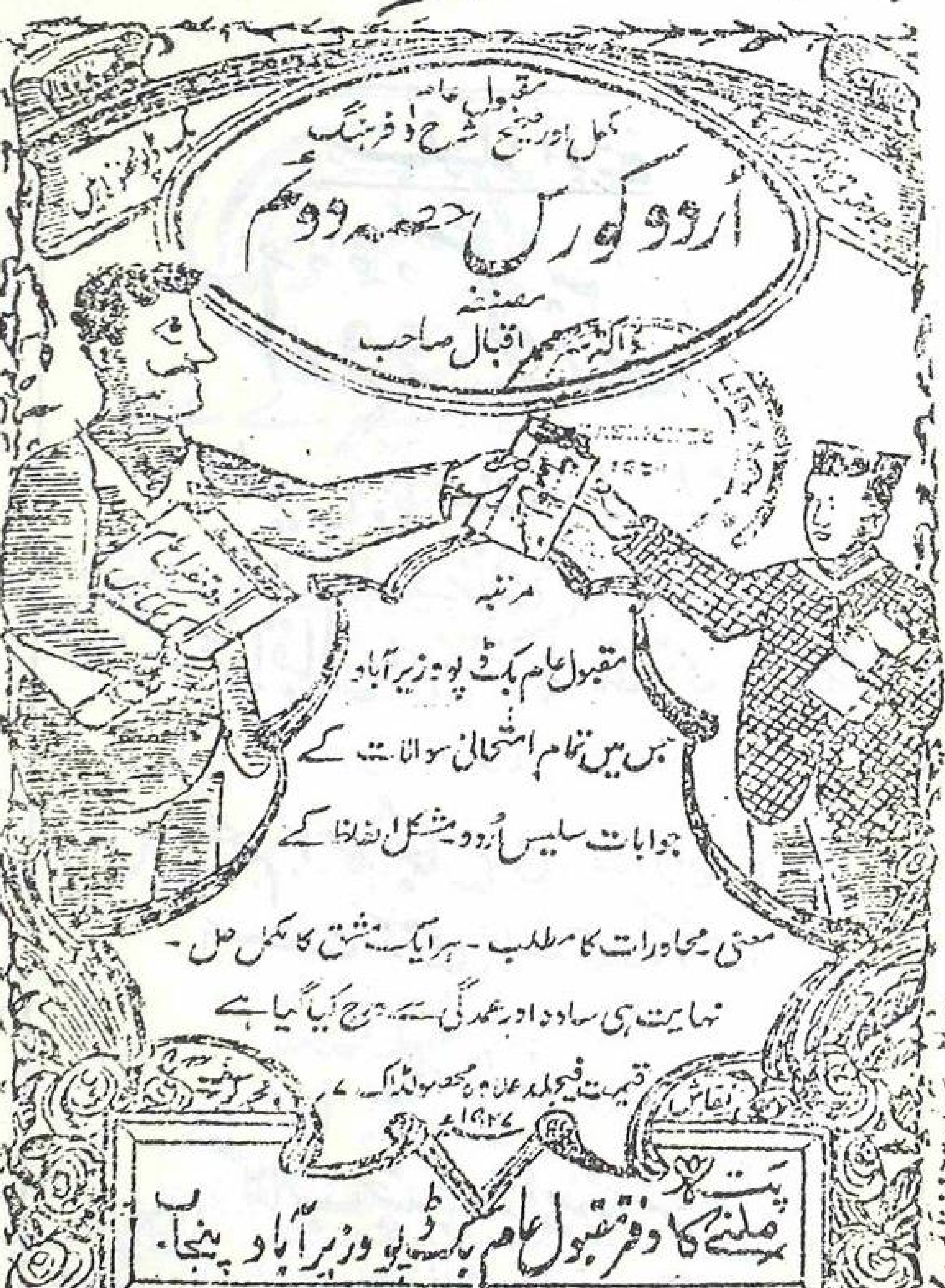

مقبول عام

مکمل اور صحیح شرح و فرہنگ

اردو کورس حصہ دوم

مصنفہ

ڈاکٹر محمد اقبال صاحب

مرتبہ

مقبول عام بک ڈپو وزیر آباد

جس میں تمام امتحانی سوالات کے

جوابات سلیس اردو مشکل الفاظ کے

معنی محاورات کا مطلب۔ ہر ایک مشق کا مکمل حل۔

نہایت ہی سادہ اور عمدگی سے درج کیا گیا ہے

قیمت فی جلد علاوہ محصول ڈاک

۱۹۲۷ء

پتہ

ملنے کا دفتر مقبول عام بک ڈپو وزیر آباد پنجاب

احمد شجاع نے مخزن سے نقل کر کے شامل کر دی ہوں۔

ہماری نظر سے اس کتاب کی شرح و فرہنگ بھی گزری ہے۔ جسے مقبول عام ڈپو وزیر آباد نے ۱۹۲۷ء میں شائع کیا۔ یہ شرح و فرہنگ غالباً کسی اور نے نہیں دیکھی کیونکہ تصانیفِ اقبال کے تحقیقی و توضیحی مطالعہ اور قاموس الاقبال میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو کی ساتویں کتاب ایک نظم وقتِ سحر سے شروع ہوتی ہے اور جانوروں کی الف لیلیٰ پر ختم ہوتی ہے۔ جانوروں کی الف لیلیٰ کے اس کتاب میں تین سبق ہیں۔ مقبول عام بُک ڈپو کے اشتہار سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس ادارہ نے چھٹی اور آٹھویں کتاب کی شرح و فرہنگ بھی شائع کی تھی۔ اردو کی ساتویں کتاب کی شرح و فرہنگ کا عکس بھی شامل کیا جا رہا ہے۔

اردو کورس آٹھویں جماعت کے لیے کی جو اشاعت ہمارے پیشِ نظر ہے اس پر سال اشاعت درج نہیں ہے۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی نے بھی اپنی کتاب تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ میں اس کتاب پر بحث کرتے ہوئے یہ نہیں بتایا کہ ان کے پیشِ نظر کون سی اشاعت رہی ہے البتہ انھوں نے یہ لکھا ہے کہ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا تھا۔[۱] انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ پہلے ایڈیشن میں زمین کی فرسودگی یعنی ڈھا شامل نہ تھا۔ یہ بعد میں ایزاد کیا گیا۔ ہمارے سامنے جو ایڈیشن ہے اس میں بھی یہ مضمون شامل نہیں ہے اور نگارشات کی کل تعداد ۳۱ ہے۔ اس پر "سررشتۂ تعلیم پنجاب و صوبہ جاتِ متحدہ کی طرف سے منظور شدہ" کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔ اس میں بھی دیا سلائی

---

[۱] اقبال کی تصانیف کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ ص ۲۲۶

کے مؤلف کا نام درج نہیں ہے۔ شروع میں تصاویر کی فہرست ہے۔ اس میں سر سید احمد خاں، دادا بھائی نوروجی، جوگی اور پہاڑ، ریچھ اور قلندر، چاند اور ستارے، کبوتر اور کیمرا فوٹو اور خدائی فوجدار شامل ہیں۔ پنجاب پبلک لائبریری میں ۱۹۳۰ء کا ایڈیشن بھی ہے۔ مگر پہلے بیان کیے گئے ایڈیشن سے مختلف نہیں ہے۔ اس میں بھی ڈھاوا والا مضمون اضافہ نہیں کیا گیا ہے جس سے ہاشمی صاحب کا یہ استدلال درست معلوم نہیں ہوتا کہ یہ مضمون بعد میں اضافہ کیا گیا۔ ۱۹۳۰ء میں اس کتاب کی چوتھی اشاعت طبع ہوئی تھی۔ ہاشمی صاحب کے پیش نظر جو ایڈیشن تھا، اس کا حوالہ دے دیتے تو مقابلہ و موازنہ کرنے میں آسانی رہتی۔

اس کتاب میں بھی علامہ اقبال کی دو نظمیں ستارہ اور کنارِ راوی شامل ہیں اور یہ دونوں بانگِ درا سے مختلف ہیں۔ ستارہ جو اس کتاب میں شامل ہے اس میں بانگِ درا کا دوسرا اور آٹھواں شعر نہیں ہے جبکہ کنارِ راوی کے تیرہ شعر ہیں اور بانگِ درا میں ایک شعر حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ شعر باقیاتِ اقبال میں موجود ہے۔ اصل نظم میں چودہ شعر تھے اردو کی آٹھویں کتاب میں تیرہ شامل کیے گئے یعنی ایک شعر حذف ہوا مگر بانگِ درا میں شامل کرتے ہوئے دو شعر حذف کر دیے گئے۔

اقبال اور عزیز احمد

علامہ اقبال کی زندگی میں ہی ان کی عظمت کا اعتراف کر لیا گیا تھا، چنانچہ ان کے حین حیات ہی نہ صرف یہ کہ یوم اقبال منایا گیا بلکہ ان کے بارے میں کتابیں بھی لکھی گئیں۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بارے میں بہت زیادہ لکھا گیا مگر یہ کتابیں ستائشی اور جذباتی انداز لیے ہوئے تھیں، البتہ ان کے انتقال کے تقریباً چار سال بعد ۱۹۴۲ء میں ایک وقیع کتاب معرض تحریر میں آئی اور وہ تھی ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی "روح اقبال" آج بھی اسے اقبال کے بارے میں لکھی جانے والی کتب میں امتیاز حاصل ہے مگر جیسا کہ خود مصنف نے اعتراف کیا ہے:

"اقبال معانی کا سمندر ہے جس کے کناروں کا پتہ نہیں اس کے کلام پر جتنا غور کیجیے، نئی نئی باتیں سوجھتی ہیں۔"[1]

علامہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے مگر "روح اقبال" کے بعد اقبال کو نئے زاویے سے دیکھنے کا کام عزیز احمد نے سرانجام دیا اور اسی نسبت سے کتاب کا نام "اقبال — نئی تشکیل" رکھا۔ یہ

---

[1] روح اقبال۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی، ۱۹۵۷ء ص ۱۷

کتاب علامہ اقبال کی وفات کے نو سال اور "روح اقبال" کے پانچ سال بعد شائع ہوئی۔ تعجب ہے کہ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی نے اپنی کتاب "اقبالیات کا تنقیدی جائزہ" میں اس کتاب کا ذکر نہیں کیا جبکہ ان کے ہاں بعض غیر اہم کتابوں کا تذکرہ موجود ہے۔ انہوں نے عزیز احمد کے دو مضامین اقبال کا رد کردہ کلام مطبوعہ ماہِ نو کراچی اپریل ۱۹۵۲ء اور اقبال کا نظریۂ فن مطبوعہ رسالہ اردو جولائی ۱۹۴۹ء کا حوالہ دیا ہے[۱] مگر اقبال — نئی تشکیل" کا کہیں حوالہ نہیں ملتا۔

عزیز احمد کی کتاب "اقبال — نئی تشکیل" "روحِ اقبال" سے کتنی مختلف ہے۔ اس کا اندازہ دونوں کے ابواب کے عنوانات سے ہی ہو جاتا ہے۔ دونوں کے تین تین ابواب ہیں۔ "روحِ اقبال" کے عنوانات: اقبال اور آرٹ، اقبال کا فلسفۂ تمدن اور اقبال کے مذہبی اور مابعد الطبیعی تصورات ہیں جبکہ "اقبال — نئی تشکیل" میں وطن پرستی کا دور، اسلامی شاعری کا دور اور انقلابی شاعری کے عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ البتہ ۱۹۶۸ء کے ایڈیشن میں اقبال کا نظریۂ فن بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ اس مضمون کے لکھنے کا وعدہ عزیز احمد نے "اقبال — نئی تشکیل" کے متن میں کیا تھا:

"اقبال کا نظریۂ فن بڑا دلچسپ موضوع ہے اور میرا ارادہ ہے کہ اس موضوع پر کبھی نہ کبھی تفصیل سے لکھوں لیکن اس کتاب کی ہیئت اور ترتیب میں اس کی گنجائش نہیں۔ نظریۂ فن کی حد تک ڈاکٹر

---

[۱] "اقبالیات کا تنقیدی جائزہ"۔ اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۷۷ء
ص ۸۵،۸۴

یوسف حسین خاں کا مضمون بہت دلچسپ ہے جو ان کی "روح اقبال" میں بھی شامل ہے۔"[1]

عزیز احمد نے اپنی یہ کتاب ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی کتاب کے جواب میں نہیں لکھی، جیسا کہ مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے۔ دراصل یہ "روح اقبال" کی توسیع ہے اور اس میں زاویۂ نظر کو بدل دیا گیا ہے چنانچہ ان دونوں کتابوں کے مطالعہ سے فکرِ اقبال کے بہت سے گوشے ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔

"روح اقبال" میں اقبال کی شاعری کی تین جہتوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ مگر "اقبال — نئی تشکیل" میں اقبال کے فن کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے اور پھر ان ادوار میں ان کی شاعری میں جو تبدیلیاں رونما ہوئیں ان کے محرکات اور اسباب کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بعض غلط فہمیوں کا بھی ازالہ کیا ہے۔ بعض اصحاب کا خیال تھا کہ شروع میں علامہ اقبال وطن پرستی کے قائل تھے مگر بعد میں مذہب کا اثر ہوا تو ان کا نظریہ بدل گیا۔ اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ شروع میں شاید علامہ مذہب سے لاتعلق تھے یا پھر بعد میں حب وطن سے کنارہ کش ہو گئے حالانکہ اس خیال میں کوئی صداقت نہیں۔ عزیز احمد نے بڑے سلیقے سے اس حقیقت کو آشکار کیا ہے:

"جس طرح اقبال کی ملی اور انقلابی شاعری کے دور میں وطن سے محبت کا جذبہ ہمیشہ باقی رہا، اسی طرح ابتدائی وطنی شاعری کے

---

[1] اقبال — نئی تشکیل، گلوب پبلشرز لاہور ۱۹۶۸ء ص ۲۳۳

دور میں مذہبی عقیدت کے آثار جا بجا ملتے ہیں۔ وطنی دور کی شاعری میں مذہب کا تعلق سیاسیات سے بالکل نہ تھا۔ وہ ایک ذاتی وجدان ذاتی اعتقاد تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ وجدان، یہ اعتقاد شروع ہی سے بہت گہرا تھا۔ اقبال کے والدین کا اثر، ان کے استاد کا اثر، یہاں تک کہ ڈاکٹر آرنلڈ کا اثر جو خود بڑے نامی مستشرق تھے، سب ان کو مذہبی اعتقادات کی طرف کھینچتے تھے۔ شباب کے زمانے میں وہ حضرت ہجویریؒ کے مزار پر حاضر ہوتے تھے اور ولایت جاتے ہوئے انہوں نے حضرت نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ پر ایک پُرسوز نظم لکھی۔ حضرت بلالؓ کے متعلق جو نظم انہوں نے پہلے دور میں لکھی ہے اس میں عشقِ رسولؐ کے اس گہرے جذبے کی جھلک ہے جو ان کی ذاتی واردتوں میں شاید سب سے زیادہ پُر اثر ہے۔ اس لیے جو تبدیلی ہوئی وہ یہ نہیں تھی کہ اقبال نے قومی شاعری کی جگہ اسلام کی شاعری اپنا خاص موضوع بنایا۔ اسلام کی شاعری ان کے کلام میں پہلے بھی شامل تھی۔ اصلی تبدیلی یہ ہے کہ انہوں نے سیاسیات کو وطن سے علیحدہ کر کے مذہبی تمدن سے منسلک کر دیا۔ یہ تبدیلی بڑی اہم تھی اور آج بھی ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی تصورات کا بڑی حد تک اسی پر دارومدار ہے۔ اس تصور پر ہم آئندہ صفحات میں بحث کریں گے۔ فی الحال صرف یہ کہنا کافی ہے کہ اقبال کی شاعری کی جذباتی سطح پر وطن اور مذہب اپنی جگہ پر قائم رہے صرف سیاسیات نے ایک سے قطع تعلق کر کے دوسرے سے اپنے آپ کو وابستہ کر لیا۔"[1]

---

[1] اقبال — نئی تشکیل، گلوب پبلشرز لاہور ۱۹۶۸ء ص ۴۴ تا ۴۳

عزیز احمد نے اقبال کی شاعری کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے مگر انہوں نے ان کے افکار پر بحث کرتے ہوئے ہر عہد کی تصانیف کے حوالے دیئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے خیالات میں اگرچہ تبدیلی ہوتی رہی ہے مگر پھر بھی بعض افکار جوں کے توں رہے ہیں اور پہلے دور کو واضح اور صحیح منظر میں پیش کرنے کے لیے ان کی تمام تصانیف سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔

علامہ اقبال کی زندگی کے آخری سالوں میں ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا اس تحریک سے وابستہ بعض افراد نے علامہ اقبال کی مذہب سے گہری وابستگی کو ناپسند کرتے ہوئے ان پر رجعت پرستی کا الزام لگایا۔ ان لوگوں نے علامہ اقبال کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر سے لکھا لیکن اقبال پر ترقی پسندانہ نقطۂ نظر سے بہترین کتاب لکھنے کا سہرا عزیز احمد کے سر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عزیز احمد ترقی پسند تحریک سے دلچسپی رکھنے کے باوجود اسے سب کچھ نہیں سمجھتے اور اس کی خامیوں پر بھی نگاہ رکھتے ہیں۔ وہ "اقبال اور پاکستانی ادب"[1] میں لکھتے ہیں:

> "ماضی کو منہدم کرنے میں تقسیم سے قبل کی برصغیر کی ترقی پسند تحریک کا بڑا حصہ تھا۔ یہ انہدام روایت شکنی کے جوش میں مجنونانہ سرگرمی کی حد تک بڑھ گیا تھا۔ اس نے اچھے اور بُرے، خذف و گوہر رطب و یابس میں کوئی امتیاز نہیں کیا۔"[1]

انہوں نے ترقی پسند ادب کا جائزہ بھی اسی غیر جانبداری اور دیانت داری سے لیا۔ چنانچہ ترقی پسند تحریک کا رکن[2] ہوتے ہوئے بھی انہوں نے

---

[1] اقبال اور پاکستانی ادب مرتبہ: طاہر تونسوی، مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۲!

[2] روشنائی از سجاد ظہیر ص ۳۶۳ ناشر مکتبہ دانیال کراچی ۱۹۸۶ء

ترقی پسندوں کے ہاں عریاں نگاری کو ناپسند کیا، فیض کے انقلابی رجحانات کو نامکمل پایا اور ان کو احتشام حسین کی تنقید میں گہرائی کی کمی نظر آئی۔ انہوں نے روس میں ادیبوں پر لگائی گئی پابندیوں پر افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ "پرولتاری آمریت کو چاہیئے کہ آرٹ اور ادب کو اس سے زیادہ آزادی دے۔"[1] غالباً یہی وجہ ہے کہ سردار جعفری نے جو ترقی پسند تحریک کے مبلغ ہیں عزیز احمد کے بارے میں لکھا:

"چند سال پہلے ترقی پسند ادب کے نام سے عزیز احمد نے ایک کتاب لکھی تھی جس میں انہوں نے اپنے مخصوص نقطۂ نگاہ سے حقیقت نگاری اور ترقی پسندی کی تشریح کی تھی اور چند مشہور ترقی پسندوں کا فرداً فرداً ذکر کر کے ان کی تخلیقات کا جائزہ لیا تھا۔ مجھے ان کے نقطۂ نگاہ کے بعض زاویے ٹیڑھے معلوم ہوتے ہیں۔"[2]

عزیز احمد کے جو زاویے ترقی پسند تحریک کے مبلغ کو ٹیڑھے معلوم ہوتے ہیں وہی دراصل سیدھے ہیں اور انہی سے حقیقت کو اس کے اصلی روپ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ عزیز احمد نے اقبال کا جائزہ لیتے ہوئے اسی حقیقت پسندی سے کام لیا ہے۔

عزیز احمد نے وجدانی اور روحانی اقدار کی حمایت کی ہے اور ترقی پسندوں سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کو جائز قرار دیں۔[3] اسی بنیاد پر انہوں نے علامہ اقبال پر ترقی پسندوں کے الزامات کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

---

[1] ترقی پسند ادب از عزیز احمد، دہلی ص ۳۲

[2] ترقی پسند ادب از سردار جعفری۔ مکتبہ پاکستان لاہور ص ۱۷

[3] ترقی پسند ادب از عزیز احمد شائع کردہ چمن بک ڈپو دہلی ص ۳۲

"اسلامی اشتراکیت کا تصور علاقہ جاتی سہی لیکن رجعت پسند تو نہیں اور اگر اقبال روحانی قدروں کا بھی قائل اور ان کا بھی پیغمبر ہے تو اس طرح کہ اس سے اس دنیا کے معاشی اور سماجی انصاف اور عالمگیر مساوات اور اخوت کے تصور کو مدد پہنچتی ہے ایسے شاعر کو اگر ترقی پسند ادیب بیگانہ سمجھیں تو یہ ان کی کتنی بڑی غلطی ہے"۔ [۱]

ترقی پسندوں کی طرف سے علامہ اقبال پر شدید حملہ اختر حسین رائے پوری نے اپنے مضمون ادب اور زندگی میں کیا۔ ان پر فاشستی ہونے کا الزام لگایا اور کہا اقبال کا فلسفۂ زندگی سائنسی اور مشینی صنعت کا مخالف ہے۔ عزیز احمد نے اپنی کتاب "ترقی پسند ادب" میں اختر حسین رائے پوری کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا اور علامہ اقبال کو ایک ترقی پسند شاعر ثابت کیا۔ انہوں نے اختر حسین رائے پوری کی مخالفت کی بنا تین وجوہات کو قرار دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"ان کی اس اقبال دشمنی کی تین ہی وجوہات سمجھ میں آتی ہیں (۱) یا تو انہوں نے غور سے اقبال کا مطالعہ نہیں کیا (۲) یا وہ اقبال کے کلام کے پورے اسلامی اور انقلابی امتزاج کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکے (۳) یا وہ محض ہٹ دھرمی سے اپنی رائے پر قائم ہیں"۔ [۲]

علامہ اقبال کے کلام پر اعتراض کرنے والوں نے اکثر اوقات ان ہی

---

[۱] ترقی پسند ادب از عزیز احمد۔ چمن بک ڈپو، دہلی ص ۶۸

[۲] ایضاً ص ۷۴

تین وجوہات کی بنا پر ایسا کیا ہے۔ عزیز احمد نے ایک ایک اعتراض کا تفصیل سے جواب دیا بلکہ بعض مقامات پر اقبال کے اشعار کی تاویل کر کے انہیں روس کی حکومت کا طرف دار ثابت کرنے کی کوشش بھی کی اور کہیں اشتراکیت کے نظریات کی تاویل کر کے انہیں اقبال کے حق میں کر دیا۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

"یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اشتراکیت کی اصلی لڑائی مذہب سے نہیں بلکہ اس توہم پرستی سے ہے جس کو مذہب کے جھوٹے پیشوا عوام کے لیے افیون بنا کے پیش کرتے ہیں"۔[۱]

ظاہر ہے کہ کمیونسٹ مذہب کو نہیں مانتے اور ان کے لیڈروں کے بیانات اس کے شاہد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے سوشلزم پر تنقید بھی کی ہے اور کہا ہے کہ یہ روحانی اور وجدانی اقدار سے صرفِ نظر کر کے صرف شکم کی اساس پر قائم ہے چنانچہ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جن کی تاویل ممکن نہیں۔ ایسے ہی ایک آدھ مقام پر عزیز احمد اقبال کو رجعت پسند قرار دیتے ہیں وہ "اقبال — نئی تشکیل" میں رقم طراز ہیں:

"اقبال کے کلام میں اشتراکیت پر سب سے سخت اعتراض جمال الدین افغانی کی زبانی ہے۔ یہ اعتراض ممکن ہے کہ اقبال کا اپنا نہ ہو اور جمال الدین افغانی سے بہ حیثیت کردار کرایا گیا ہو (جاوید نامہ میں نغمۂ ابوجہل بھی ہے) لیکن اس اعتراض میں بعض مصرعے ایسے سخت ہیں کہ ان کی نہ تو توجیہہ کی جا سکتی ہے اور نہ ان کو اقبال کے

---

[۱] ترقی پسند ادب از عزیز احمد ص ۵۳

اشتراکی تصورات سے مربوط کیا جا سکتا ہے مثلاً یہ شعر:

رنگ و بُو از تن نہ گیرد جان پاک
جز بتن کارے ندارد اشتراک
دین آں پیغمبر دارد اساس؟

جمال الدین افغانی کی زبانی اقبال نے ملوکیت اور اشتراکیت پر ایک ساتھ حملہ کیا ہے۔ یہ ایسی غلطی ہے جو جمال الدین افغانی سے سرزد ہو سکتی تھی مگر الفاظ تو بہرحال اقبال کے ہیں اور اقبال کو اس مقام پر رجعت کے الزام سے بری کرنا مشکل ہے۔"[1]

عزیز احمد نے مثال کے طور پر جو دو شعر دیے ہیں۔ ان میں سے دوسرے شعر کا صرف ایک مصرع ہی طبع ہوا ہے اور وہ بھی درست نہیں ہے۔ شعر اس طرح ہے:

دین آں پیغمبر حق ناشناس
بر مساوات شکم دارد اساس

یہاں عزیز احمد یہ بھول گئے ہیں کہ اقبال اشتمالیت کے نہیں بلکہ اسلام کے پرچارک ہیں۔ اشتراکیت کو وہ صرف اسی حد تک قبول کرتے ہیں جتنی وہ اسلامی اصولوں کے ساتھ چلتی ہے۔ ایک خط میں انھوں نے یہ ضرور لکھا ہے کہ سوشلزم میں خدا شامل کر دیں تو اسلام کے برابر ہے اور عزیز احمد نے اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ "بالشویک ازم کے ساتھ خدا کا قائل ہونا اور اسلام قریب قریب ایک ہی چیز ہیں۔" اور اسی وجہ

---

[1] اقبال — نئی تشکیل ص ۳۸۴

سے عزیز احمد نے لکھا:

"جاوید نامہ کے زمانہ سے اقبال کو اشتمالی روس سے بہت دلچسپی پیدا ہو گئی اور وہ بار بار نہ صرف روسی اشتمالیت کا اسلامی اشتراکیت سے موازنہ کرتے ہیں بلکہ اسلام اور اشتمالیت میں بجز دہریت کے اور کوئی خاص فرق محسوس نہیں کرتے"۔ [1]

مگر اشتراکیت کے ساتھ خدا شامل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اشتراکیت کو قرآن میں دیے گئے اصولوں کے مطابق چلنا ہے۔ اس طرح تو یہ اسلام ہی بن جاتی ہے۔ خود عزیز احمد نے لکھا ہے کہ "اشتمالیت اور اسلامی اشتراکیت میں اصلی فرق 'لا' اور 'الا' کا ہے"۔ [2] لا جبر و استبداد کا خاتمہ طاقت اور قوت سے کرتا ہے۔ دراصل لا تخریب اور الا تعمیر کی علامت ہے۔ اسی لیے انہوں نے ابلیس کو لا کا نمائندہ قرار دیا ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو وہ سوشلزم کی اہمیت کے معترف ہونے کے باوجود اسے کلی طور پر قبول نہیں کرتے۔ وہ سوشلزم کے تصور سے اسلامی مساوات کی تشریح کا کام لیتے ہیں چونکہ سوشلزم سرمایہ داری پر کاری ضرب لگاتا ہے، اس لیے وہ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اس چیز کو عزیز احمد نے مختلف طریق پہ بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک اقبال مذہب کو سوشلزم کی حمایت میں استعمال کرتے ہیں۔ فراق گورکھپوری کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انہوں نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اقبال کی شاعری

---

[1] اقبال — نئی تشکیل ص ۳۷۶

[2] ایضاً ص ۳۸۰

ایک طرح کی گروہ بندی اور رجعت پسندی ہے۔ فراق صاحب اگر اقبال کی اسلامی شاعری کے معاشی محرکات اور عمرانی حرکیات کو ان کی شاعری کے مابعد الطبیعی اسلامی عنصر سے الگ کر کے دیکھیں تو شاید انہیں یہ شکایت باقی نہ رہے کیونکہ اقبال نے دراصل مذہب کو جدید تمدنی اشتمالی معاشی تصورات کی حمایت کے لیے استعمال کیا ہے اسلامی مذہبی وحدانیت پر زور دینے سے ہندو یا بدھ یا عیسائی وحدانیت کا بطلان ثابت نہیں ہوتا۔ اب رہ گیا یہ امر کہ وحدانیت کا اقبال کی کی شاعری میں ایسا بنیادی مقام کیوں ہے؟ یہ بڑی حد تک ایک نفسی مسئلہ ہے۔ بڑی بات یہ ہے کہ وحدانیت سے ان کی شاعری کے اشتراکی معاشی تصورات کو تقویت پہنچتی ہے۔ فراق صاحب کو اس کا پورا پورا اختیار ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اقبال کی وحدانیت کو رد کر دیں اس کے بعد بھی اقبال میں حرکیت، عمرانی مساوات ایسے معاشی انصاف کے تصورات جن کی بنیاد طبقاتی کشمکش کے صحیح تجزیے پر ہے اور اس طرح کے ایسے بہت سے ترقی پسند اور زندگی پرور عناصر ملیں گے جو اس صدی کے شاید ہی کسی اور بڑے شاعر کے یہاں پائے جائیں۔[1]

ہمارے خیال میں عزیز احمد نے فراق صاحب کو مطمئن کرنے کے لیے حقیقت کو الٹ دیا ہے۔ اقبال مذہب کو سوشلزم کی حمایت میں نہیں بلکہ سوشلزم کو مذہب کی حمایت میں استعمال کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے علامہ اقبال پر خود ایک بڑا زوردار اعتراض کیا ہے۔ وہ ان کے ہاں سلاطین کے

---

[1] اقبال — نئی تشکیل ص ۱۳۱-۱۳۲

ذکر پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"باوجود فقر کے فلسفے کو کمال تک پہنچانے کے اقبال کسی نہ کسی طرح کی شاہ پرستی سے آخر تک اپنے دماغ کو چھٹکارا نہ دلا سکے چنانچہ امان اللہ خاں، نادر خاں شاہِ افغانستان ظاہر شاہ یہاں تک کہ فرمانروائے بھوپال کو مخاطب کرکے انہوں نے نظمیں لکھی ہیں۔ اقبال کی حمایت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ان کی نظموں سے مدح کا پہلو بالکل خارج ہوتا گیا اور موعظت اور عمل کا پہلو بڑھتا گیا۔ خیر کی تلقین سعدی کی زبانی اچھی معلوم ہوتی ہے اور سعدی کے زمانے کے لحاظ سے موزوں بھی تھی۔ بادشاہوں کا ذکر اور ان کا گوارا کر لیا جانا ہی اقبال کی انقلابی فکر میں خارج ہوتا ہے اور اس سے ایک ایسا تضاد پیدا ہوتا ہے جس کی تاویل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جاوید نامے میں "کاخ سلاطین مشرق" آنسوئے افلاک واقع ہے اور غضب تو یہ ہے کہ ٹیپو سلطان اور ابدالی کے ساتھ اقبال نے نادر شاہ ایرانی کو بھی اس کاخ میں جگہ دی ہے۔ قوت کے نمود محض کو اگر واحد اخلاقی خوبی قرار دیا جائے تب تو شاید نادر کا اس کاخ میں مقام نکل آئے ورنہ اشتراکی تو کیا اسلامی قدریں بھی کسی ایسے بادشاہ کو آنسوئے افلاک میں جگہ نہیں دے سکتیں جس نے دہلی میں قتل عام کرایا ہو اور پھر ایسے بادشاہ کے متعلق کہنا" نادر آں دانائے رمز اتحاد"۔ یا تو مجھے اقبال کا نقطۂ نظر سمجھنے میں یہاں غلطی ہوئی ہے یا اس سے اتفاق کرنا بہت مشکل ہے۔ اگر جدید ایران کا رمز شاہی ہی میں

ڈھونڈنا تھا تو اقبال کو کوئی اور شخص مل جاتا۔" [1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑی نیک نیتی سے اقبال کے کلام مطالعہ کرتے ہیں۔ ہر جگہ اقبال کو بری الذمہ قرار دینے پر تلے نہیں رہتے بلکہ جہاں یہ سمجھتے ہیں کہ اقبال پر غلط اعتراضات کئے گئے ہیں وہاں ان کا جواب دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان سے بھی غلطی ہو سکتی ہے اور ہم نے بعض مقامات کی نشاندہی بھی کی ہے مگر عزیز احمد کی خوبی یہ ہے کہ ان کی نیت میں فتور نہیں ہوتا اور وہ وہی بات کہتے ہیں جسے حق سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہر جگہ اقبال کی اشتراکیت سے محبت کا ہی ذکر نہیں کرتے بلکہ ان اختلافات کو بھی بیان کرتے ہیں جو دونوں میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ لینن اور اقبال کا موازنہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ذرائع علم کی حد تک بھی اقبال اور اشتراکیت (خصوصاً لینن) میں بہت سخت اختلاف ہے۔ اقبال عقل اور وجدان دونوں کو بہ حیثیت ذرائع علم تسلیم کرتے ہیں اور انسانی علم کے ایک خاص نقطہ کے بعد جہاں پہنچ کر عقل کھسیانی ہو جاتی ہے وجدان یا عشق کو موثر ترین ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ اس کے برعکس لینن یا اشتراکیت کو نہ صرف تعقل پر اصرار ہے بلکہ ایسے منطقی تعقل پر جو جمالیات پر مبنی ہو۔" [2]

عزیز احمد ترقی پسند ادب اور اقبال — نئی تشکیل سے بہت پہلے علامہ اقبال کے کلام کو پڑھ کر اس سے متاثر ہو چکے تھے اور انہیں خراج تحسین

---

[1] اقبال — نئی تشکیل ص ٦٣
[2] ایضاً ص ۴۰۸

بھی پلیش کر چکے تھے۔ انہوں نے ۱۹۴۳ء میں آل احمد سرور کے ساتھ مل کر شعرائے عصر کے کلام کا انتخاب "انتخاب جدید" کے نام سے شائع کیا تو اس میں سب سے نمایاں نام اقبال کا تھا۔ یہ انتخاب علامہ اقبال کے اشعار سے شروع ہوتا ہے اور سولہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس انتخاب میں اتنی جگہ کسی اور شاعر کو نہیں دی گئی۔ تمہید میں عزیز احمد نے علامہ اقبال کی شاعری کی جا بجا تعریف کی ہے۔ مثال کے طور پر یہ اقتباس ملاحظہ ہوں:

"مشرق کی ثقہ سنجیدہ شاعری اور مغربی خیالات کے سنگم پر ایسی نظمیں نمودار ہوئیں جس پر اس صدی کی اردو شاعری بجا طور پر فخر کر سکتی ہے جیسے اقبال کی اکثر نظمیں"۔ لہ

"فنِ لطیف کے ایک شاہکار (مسجدِ قرطبہ) پر سب سے کامیاب نظم اس صدی میں نہ صرف اردو شاعری بلکہ جتنی زبانوں کی جدید نظمیں مجھے پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے ان سب میں اقبال نے لکھی ہے"۔ کلہ

"ہندوستانی اثرات سیاسی اثرات سے وابستہ ہیں جذبات کی حد تک یہ تین قسم کے ہیں۔ آزادی کے جذبات۔ ان کی شاعری کبھی صاف صاف کبھی کھلم کھلا سامراج کے خلاف ہے، اقبال کی شاعری میں وہ فلسفیانہ رنگ اختیار کرتی ہے اور عمل کی دعوت دیتی ہے۔ جوش کی شاعری محض جوش دکھاتی ہے ...

لہ شعرائے عصر کے کلام کا انتخاب جدید مرتبہ پروفیسر عزیز احمد، پروفیسر آل احمد سرور انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی اشاعت پنجم ۱۹۷۳ء ص ۲۷

کلہ ایضاً ص ۲۹

.... سیاسی شاعری کی دوسری قسم ہندو مسلم یک جہتی کی شاعری ہے جس کا نمایاں ترین رہنما مینار دنیا شوالہ ہے ..... تیسری قسم اسلامی یا ملی شاعری ہے جس کے قائدِ اعظم اقبال تھے۔" [1]

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کی غزلوں کے قائل نہ تھے چنانچہ وہ انہیں "شاعری کے نقطۂ نظر سے کم رتبہ" قرار دیتے ہیں[2]۔ دراصل اقبال اردو غزل میں ایک نئی آواز تھے اور لوگوں کے کان پرانی غزل سے آشنا تھے چنانچہ اقبال کامل میں عبدالسلام ندوی نے انہیں بہ مشکل غزل گو تسلیم کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عزیز احمد کو ان کے فنی رموز سے آگاہی کی نسبت ان کے فکری رجحانات کی تلاش تھی چنانچہ "مسجدِ قرطبہ" کو بہترین نظم قرار دیتے ہوئے بھی وہ اس کے موضوع پہ ہی نظر رکھتے ہیں۔ وہ علامہ اقبال کو ہندوستانی تحریکات میں اہم مقام دیتے ہیں چنانچہ وہ ہندوستان میں اسلامک کلچر پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مسلم ہندوستان کی فکری رہنمائی بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں محمد اقبال کے ہاتھ آ گئی۔"[3] دراصل عزیز احمد کا شاعر اقبال کی نسبت مفکر اقبال سے زیادہ تعلق رہا ہے۔ آخر میں عزیز احمد خود ادیب کی بجائے سیاسی اور تہذیبی تحریریں لکھتے رہے اور ان سب میں اقبال کسی نہ کسی صورت میں جلوہ گر رہے ہیں۔

عزیز احمد نے علامہ اقبال پر اپنی کتاب "اقبال - نئی تشکیل کے

---

[1] شعرائے عصر کے کلام کا انتخاب جدید ص ۳۱-۳۲

[2] ایضاً ص ۲۵ [3] ه

بعد بھی مضامین لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے اردو مضامین کو طاہر تونسوی نے اقبال اور پاکستانی ادب کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل مضامین شامل ہیں:

۱۔ اقبال اور پاکستانی ادب

۲۔ اقبال کی شاعری میں حسن و عشق کا عنصر

۳۔ اقبال کا رد کردہ کلام

۴۔ کلاسیکی نظریات پر اقبال کی تنقید

۵۔ اقبال کی آفاقیت کا مسئلہ

۶۔ اقبال کا نظریۂ فن

۷۔ کلام اقبال میں خونِ جگر کی اصطلاح

اس کتاب کے مرتب سے ایک تعجب انگیز بات یہ ہوئی کہ اس نے ایک مضمون "اقبال کی آفاقیت کا مسئلہ" بھی اس کتاب میں شامل کر دیا حالانکہ یہ مضمون عزیز احمد کی تخلیق نہ تھا۔ یہ مضمون کتاب کے صفحہ ۵۶ سے ۶۱ تک پھیلا ہوا ہے۔ دراصل یہ مضمون ماہ نو کے شمارہ اپریل ۱۹۶۳ء میں غلط فہمی کی بنا پر عزیز احمد کے نام منسوب ہو گیا تھا، مگر ستمبر ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں اس غلطی کا ازالہ کرتے ہوئے اصل مصنف جناب محمد شمس الدین صدیقی کے نام کی صراحت کر دی گئی تھی اقبال کا نظریۂ فن لاہور سے شائع ہونے والے "اقبال - نئی تشکیل" کے ایڈیشن میں شامل کر دیا گیا تھا۔ اس طرح دیکھا جائے تو باقی صرف پانچ مضامین بچتے ہیں جو اس کتاب کے صرف ۴۹ صفحات پر محیط ہیں ہیں غالباً کتاب کی ضخامت بڑھانے کے لیے اقبال کا نظریۂ فن شامل

کیا گیا۔

عزیز احمد کا ایک اور مضمون "اقبال اور فن برائے زندگی" کے نام سے سویرا لاہور نمبر ۵، ۶ میں شائع ہوا تھا اسے اقبال کے نظریۂ فن کی بجائے شاملِ کتاب کیا جا سکتا تھا۔ عزیز احمد کے دو اور مضامین کی نشاندہی ابو سعادت جلیلی صاحب نے راقم کے نام خط مورخہ ۸ مارچ ۸۴ء میں کی ہے۔ ان کے نام یہ ہیں (۱) اقبال اپنی رباعیات کی روشنی میں (۲) اقبال کی شاعری کا پہلا دور۔ پیش لفظ میں یہ حیران کن بات بھی لکھی گئی ہے کہ "مضامین کے مصنف عزیز احمد صاحب کا بھی خصوصی شکریہ مجھ پر واجب ہے کہ انہوں نے ان مضامین کی بطور کتاب اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی"۔

تعجب ہے کہ عزیز احمد نے ایک ایسے مضمون کی اشاعت کی اجازت کس طرح دے دی جو اُن کی تصنیف نہیں ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر مرتب کے یہ جملے شک و شبہ سے بالا نہیں ہیں۔ ببلیو گرافی آف اقبال از کے۔ اے۔ وحید میں[1] ایک اردو مضمون "اقبال کے نظریۂ مردِ کامل کے ماخذ" بھی دیا ہے۔ یہ دراصل انگریزی میں ہے اور اس کا نام ذیل میں دیے گئے مضامین میں نمبر ۵ پر ہے۔ مرتب نے غلطی سے اسے اردو مضامین کی فہرست میں شامل کر دیا ہے۔

عزیز احمد نے اردو کے علاوہ انگریزی میں بھی علامہ کے بارے میں مضامین لکھے ہیں۔ ان میں سے صرف مندرجہ ذیل مضامین کا علم ہو سکا ہے۔ ہو سکتا ہے کچھ اور مضامین بھی ہوں مگر ہمیں ان کا علم نہیں ہو سکا۔

۱۰

[1] ناشر اقبال اکیڈمی کراچی ۱۹۶۵ء ص ۶۵

1. Iqbal and Renaissance.
2. Iqbal-Philosopher and Politician.
3. Iqbal's Islamic Thought.
4. Iqbal's Political Theory.
5. Source of Iqbal's Idea of the Perfect Man.

ایک اور مضمون کا علم ہوا ہے جو اگرچہ انگریزی میں نہیں ہے مگر قابلِ توجہ ہے :-

6. Iqbal Et la Du Pakistan.

عزیز احمد نے اپنے مضامین اور "اقبال نئی تشکیل" کے علاوہ علامہ اقبال کا ذکر اپنی چار دوسری کتب میں بھی کیا ہے۔ ان میں سے ایک یعنی ترقی پسند ادب اردو میں ہے۔ اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ تین انگریزی زبان میں ہیں جن کے نام یہ ہیں :

1. Islamic Modernism in India and Pakistan 1857-1964 Oxford University Press London, 1967.
2. An Intellectual History of Islam in India. Edinbergh University Press Edinbergh, 1969.
3. Studies in Islamic Culture in the Indian Environment-Calerendon Press Oxford, 1964.

ان کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عزیز احمد نے علامہ اقبال کے افکار کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا مگر ان کے حالاتِ زندگی کے بارے میں زیادہ جاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے علامہ اقبال کا سن پیدائش ۱۸۷۵ء لکھا ہے[1] جو کسی طرح بھی درست

---

[1] Islamic Modernism in India and Pakistan, P. 141.

نہیں ہے۔ ان کا سال پیدائش سرکاری طور پر ۱۸۷۷ء تسلیم کیا گیا ہے۔ بعض محققین نے ۱۸۷۳ء ثابت کیا ہے۔ بعض کتابوں میں ۱۸۷۵ء بھی ملتا ہے مگر یہ درست نہیں ہے۔ اسی طرح وہ ایک جگہ لکھتے ہیں :

In 1920 his poetry became more reflective. He then began to be concerned with the nature and development of the individual self (Khudi) in its own right and relation to society. His philosophy of self and selflessness in relation to society is expounded in two long narrative poems in persian, Asrar-i-Khudi and Rumuz-i-Be Khudi"[1]

اس بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کی فکری شاعری کا آغاز بیسویں صدی کے تیسرے عشرے سے ہوا اور اسرار خودی اور رموز بے خودی ۱۹۲۰ء کے بعد کی تخلیق ہیں جبکہ اسرار خودی ۱۹۱۵ء اور رموز بے خودی ۱۹۱۷ء میں شائع ہو چکی تھیں۔ اگر عزیز احمد علامہ اقبال کے حالات اور تصانیف کے بارے میں مستند معلومات حاصل کر لیتے تو ان کے ہاں اس طرح کی غلطیاں نہ پائی جاتیں۔

اسلامک ماڈرن ازم ان انڈیا اینڈ پاکستان میں عزیز احمد نے علامہ اقبال کے لیے دو باب وقف کیے ہیں۔ دراصل وہ علامہ اقبال کو اسلام کے جدید مفکروں میں بے حد اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک

---

[1] Ibid., P. 141.

"بیسویں صدی کے جدید رجحانات میں سب سے اہم شخصیت شاعر اور فلسفی محمد اقبال (۱۸۷۵ء تا ۱۹۳۸ء) کی ہے جیسا کہ انیسویں صدی میں یہ شخصیت سر سید احمد خان کی تھی" ۔[1] (ترجمہ) ان دو ابواب میں انہوں نے علامہ کے افکار کا خلاصہ پیش کیا ہے مگر زیادہ اہمیت ان کے خطبات کو دی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اقبال کے افکار اس کتاب میں زیادہ منظم طریقہ سے بیان ہوئے ہیں[2] وہ علامہ اقبال کو تصور پاکستان کے خالق کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا موازنہ ابوالکلام آزاد سے کرتے ہیں جو اقبال کی طرح اسلامی فکر کی ترجمانی کر رہے تھے مگر جدید زمانے کے تقاضوں سے بے خبر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عزیز احمد نے اس سلسلے میں آزاد کی نسبت اقبال کی طرف داری کی ہے۔ ان کے خیال میں آزاد کا انڈین نیشنل کانگریس سے سمجھوتہ ایک غلطی تھی کیونکہ ان کا یہ اقدام اجماع کے نظریہ کے خلاف تھا۔[3] وہ ان کی فکری نا راستی کا ذکر مندرجہ ذیل اقتباس میں یوں کرتے ہیں[4]:

"مگر وہ مذہبی فکر کو قدامت کی طرف لے گئے اور اس طرح علی گڑھ کے جدید رجحانات اور اس سلسلے میں اقبال کے بہت سے کام کو برباد کر دیا۔ ان کی طرح وہ اسلامی قانون

---

[1] اسلامک ماڈرن ازم ان انڈیا اینڈ پاکستان۔ دیباچہ ص ۱۰

[2] ایضاً ص ۱۴۷

[3] سٹڈیز ان اسلامک کلچر ان انڈین انوائرنمنٹ ص ۶۸

[4] اسلامک ماڈرن ازم ص ۱۸۴ - ۱۸۵

جدید بنانے میں کوئی دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ انہیں احادیث کی صحت اور استناد کے بارے میں کوئی سروکار نہ تھا۔ اجتہاد کے سوال پر وہ تضادات کا شکار تھے۔ ان کا رجحان جدیدیت کے بجائے قدامت پسندی کی طرف تھا لیکن باوجود اس کے کہ اقبال ایک تخلیقی اور مثالی جدید ریاست کے قیام کی تلاش میں تھے، انہوں نے انسان کو اپنے نظام میں مرکزی جگہ دی ہے۔ وہ تخلیق کے عمل کا خالق ہے اور کائنات میں خدا کا خلیفہ یا نائب ہے اگرچہ آزاد کے خیالات محدود نہ تھے اور وہ انسان دوستی کے بھی قائل تھے مگر انہوں نے خدا کی ربوبیت، اس کی رحمت، اس کے عدل اس کی رہنمائی اور اس کے جمال پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور انسان کی کوششوں کے لیے بہت کم چیزیں چھوڑی ہیں سوائے اس کے کہ وہ اللہ پر یقین رکھے اور معصوم، متوازن اور بردبار اخلاقی زندگی گذار دے۔"

مندرجہ بالا اقتباس کے مطالعے سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کا جھکاؤ آزاد کی نسبت اقبال کی طرف ہے مگر وہ اقبال سے بھی پوری طرح متفق نہیں ہیں۔ وہ ان کے پیش کردہ تصور مملکت کو خیالی اور مثالی بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اقبال روحانی اور مادی اقدار کے درمیان روائتی توازن پیدا کر کے فطرت کی تسخیر کرنا چاہتے ہیں مگر عزیز احمد کے خیال میں یہ نازک تخلیقی صورت حال کہیں بھی کامیابی کا جامہ نہیں پہن سکی[1]۔ ایسا

---

[1] اسلامک ماڈرن ازم ان انڈیا اینڈ پاکستان ص ۲۷۲

معلوم ہوتا ہے کہ عزیز احمد اسلام کو بہت بڑی یورپین سوسائٹی کا ایک حصہ تصور کرتے ہیں چنانچہ وہ اپنی کتاب کو گب کے ایک اقتباس پر ختم کرتے ہیں جس میں اس نے اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے[1]

دراصل عزیز احمد اشتراکی خیالات سے متاثر رہے ہیں اور وہ ان کے لاشعور میں موجود رہتے ہیں۔ مذہب کی یورپی تہذیب میں گنجائش ہے مگر اشتراکی تمدن لامذہب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آخر میں اقبال کو زیادہ تر مغرب سے متاثر خیال کرنے لگے[2] اور اسلامی تمدن کو مغربی تمدن کا حصہ قرار دینے پر تلے نظر آتے ہیں۔

عزیز احمد نے بڑی خوبی سے اقبال کا مقابلہ جمال الدین افغانی اور سرسید احمد خاں سے کیا ہے۔ اور اکثر اوقات صحیح نتائج اخذ کیے ہیں کیونکہ عالم اسلام کی پوری فکری تاریخ ان کی نظر میں تھی۔ انہوں نے ان عوامل کا سراغ بھی لگایا ہے جنہوں نے علامہ اقبال کو نظریہ پاکستان پیش کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ علامہ اقبال نے جدید مسلم معاشرے کے لیے جو کارنامہ سرانجام دیا اس کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ ریاست کے جدید تصور کی بنیادیں قرآن اور مسلم فقہ سے حاصل کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں اگرچہ دو قومی نظریہ پیش کرتے ہوئے وہ سرسید کے ہمنوا ہیں مگر اجماع کے معاملے میں ان سے مختلف رویہ اختیار کرتے ہیں۔ عزیز احمد نے یہ بالکل درست کہا ہے کہ وہ اجماع کا حق پارلیمنٹ کو دیتے ہیں مگر اس میں علما کو بھی شامل کرنا چاہتے ہیں

---

[1] اسلامک ماڈرن ازم ان انڈیا اینڈ پاکستان ص ۲۷۳

[2] ایضاً ص ۱۴۸ - ۱۴۷

ہیں لیکن عزیز احمد کا یہ خیال درست نہیں کہ وہ حدیث کے استناد کا سوال نہیں اٹھاتے اور اجتہاد کے اصول کو اسلامی قانون کے ارتقا کا ذریعہ سمجھتے ہیں[۱]۔ اجتہاد کی اہمیت کے علامہ قائل ہیں مگر اجتہاد تک آنے کے لیے احادیث کی منزل سے گزرنا پڑتا ہے لہٰذا علامہ اقبال نے احادیث کے بارے میں بھی اظہار خیال کیا ہے اور ان کے استناد کے بارے میں بھی بحث کی ہے۔ انہوں نے اپنے چھٹے خطبے میں اسلامی قانون کے چار ذرائع بتائے ہیں: (۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع (۴) قیاس۔

احادیث کے بارے میں وہ امام ابو حنیفہؒ اور شاہ ولی اللہؒ کی رائے پر عمل کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ انہوں نے زیادہ زور اجماع اور اجتہاد پر دیا ہے مگر اس سلسلے میں احادیث کے رول پر بھی بحث کی ہے[۲]۔

دراصل عزیز احمد خود اجماع سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ اجماع سے جدید پارلیمانی تصور کو اخذ کرتے ہیں چنانچہ وہ علامہ کے نظریۂ اجماع کو بہت پسند کرتے ہیں۔ وہ اپنے مضمون "اسلام اینڈ ڈیموکریسی ان اسلام" میں بھی علامہ اقبال کے نظریۂ اجماع کا ذکر کرتے ہیں[۳] اور اسے اسلامی جمہوریت کی تاریخ میں بڑی اہمیت دیتے ہیں،

۱۔ این انٹلکچوئل ہسٹری آف اسلام ان انڈیا ص ۱۴

۲۔ The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Sh. Muhammad Ashraf Lahore, 1982 PP. 171-173.

۳۔ ان کا یہ مضمون انہیں کی مرتب کردہ کتاب کنٹری بیوشنز ٹو ایشین سٹڈیز میں شامل ہے۔ اس کتاب کو ای۔ جے برل لیڈن نے ۱۹۷۱ء میں شائع کیا۔

کیونکہ ان کے خیال میں برصغیر میں جدید اجماع کا تصور ایک جدید ادارہ کی حیثیت سے اقبال سے شروع ہوتا ہے۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ عزیز احمد نے علامہ اقبال کے افکار کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا اور اسلام کی فکری تاریخ میں ان کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے چنانچہ علامہ اقبال کی تفہیم کے سلسلے میں ان کی تحریروں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

---

[1] کنٹری بیوشنز ٹو ایشین سٹڈیز ص ۲۸، ۲۹

اقبال اور کونسل آف سٹیٹ

علامہ اقبال نے پنجاب کی مجلس قانون ساز کے لیے انتخاب لڑا تھا اور وہ اس کے ممبر منتخب ہو گئے تھے۔ علامہ اقبال کی زندگی کے اس رخ سے سبھی آگاہ ہیں اور اس کا ذکر ان کی سوانحی کتابوں میں مل جاتا ہے مگر ان کا تعلق کونسل آف سٹیٹ سے کیا تھا یہ کسی کو معلوم نہیں۔ ان کی سوانحی کتابوں پر اس سلسلے میں ایک سطر بھی نہیں ملتی البتہ محمد حنیف شاہد کی کتاب مفکر پاکستان میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اقبال کے کونسل آف سٹیٹ سے تعلق کا ذکر کیا ہے لیکن افسوس کہ وہ بھی صحیح صورت حال کو بیان کرنے سے قاصر رہے۔ انہوں نے لکھا کہ علامہ اقبال اور سر عبدالقادر ۱۹۲۹ء میں کونسل آف سٹیٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ ان کی عبارت یہ ہے:

"ستمبر ۱۹۲۹ء میں علامہ اقبال اور شیخ عبدالقادر کونسل آف سٹیٹ کے حلقہ مشرقی پنجاب کے رکن منتخب ہوئے۔ اس ضمن میں ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ۱۶ ستمبر ۱۹۲۹ء کو جو اعلان جاری ہوا، اس میں آپ کے تقرر کی بالتفصیل

وضاحت کی گئی ہے"۔ لہ

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ علامہ اقبال نے کبھی بھی کونسل آف سٹیٹ کا الیکشن نہیں لڑا چنانچہ ان کے رکن منتخب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دراصل محمد حنیف شاہد صاحب ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے جاری ہونے والے اعلان نامے کا مطلب نہیں سمجھ سکے۔ محمد حنیف شاہد نے جس اعلان کا ذکر کیا ہے اس سے قبل یکم اگست ۱۹۲۴ء کو بھی ایک اعلان جاری ہوا تھا جو پنجاب گزٹ کے غیر معمولی شمارے میں شائع ہوا۔ اس اعلان کا متعلقہ حصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

No. 3309:- Under regulation 4 of the regulations for the preparation and publication of Electoral Rolls of Constituencies in the Punjab for the Council of State, the electoral roll for the Punjab (Non Muhammadan), Punjab (Sikh) and Punjab (Muhammadan) constituencies of the Council of State is Published as follows.

(کونسل آف سٹیٹ کے پنجاب کے حلقوں کی انتخابی فہرستوں کے قواعد کے قاعدہ نمبر چار کے تحت کونسل آف سٹیٹ کی انتخابی فہرست برائے پنجاب — مسلم، غیر مسلم اور سکھ حلقوں کے لیے ذیل میں شائع کی جاتی ہے)

اس کے بعد انتخاب کرنے والوں ELECTOR کی فہرست درج کی گئی ہے۔ علامہ اقبال کا نام ۵۰۵ نمبر پہ ہے۔ علامہ اقبال

لہ مفکر پاکستان از محمد حنیف شاہد، سنگ میل پبلشرز لاہور ۱۹۸۲ء ص ۲۶۲

کے جو کوائف مسلم انتخاب کرنے والوں کے تحت دیئے گئے ہیں وہ ذیل میں درج کیے جاتے ہیں :-

ذات	ولدیت	منتخب کرنے والے کا نام	نمبر شمار
شیخ، سپرو	نور محمد، شیخ	محمد اقبال، ڈاکٹر، شیخ، سر، کے۔ ٹی	۵۰۵

رہائش	اہلیت کی قسم	پیشہ
لاہور، ۴۳ میکلوڈ روڈ	فیلو پنجاب یونیورسٹی	بیرسٹرایٹ لاء

یہ انتخاب کرنے والوں کی فہرست تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کونسل آف سٹیٹ کے ارکان کو منتخب کرنے کے لیے ووٹ نہ دے سکتا تھا بلکہ اس کے لیے مخصوص اہلیت کے لوگ تھے، ان میں پنجاب یونیورسٹی کے فیلو، مجلس قانون ساز کے ممبر، خاص حد تک مالیہ ادا کرنے والے، میونسپل کمیٹی کے صدر اور بعض دوسرے لوگ شامل تھے۔ کونسل آف سٹیٹ کے ارکان کا انتخاب ہر پانچ سال بعد ہوتا تھا لہٰذا ۱۴ ستمبر ۱۹۲۹ء کو بھی ایسی ہی فہرست انتخابات کے سلسلے میں پھر شائع کی گئی۔ اس سلسلے میں جو اعلان شائع ہوا اس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :

نمبر ۳۳۰۹ کونسل آف سٹیٹ کے پنجاب کے حلقوں کی انتخابی فہرستوں کے قواعد کے قاعدہ نمبر ۲ کے تحت کونسل آف سٹیٹ کی انتخابی فہرست برائے غیر مسلم (پنجاب)، سکھ (مشرقی پنجاب)، محمڈن (مغربی پنجاب) دوبارہ شائع کی جاتی ہے۔

اس فہرست میں علامہ اقبال کا نمبر ۳۲۴ ہے۔ علامہ اقبال کے جو کوائف مسلم انتخاب کرنے والوں کے تحت دیئے گئے ہیں وہ

ذیل میں درج کیے جاتے ہیں :

نمبر شمار	منتخب کرنے والے کا نام	ولدیت	ذات	پیشہ
۳۲۴	محمد اقبال ڈاکٹر شیخ سر کے ٹی	نور محمد شیخ	شیخ سپرو	بیرسٹر ایٹ لاء

اہلیت کی قسم	(رہائش) تحصیل	رہائش کی جگہ
ممبر پنجاب لیجسلیٹو کونسلر اور فیلو پنجاب یونیورسٹی	لاہور	لاہور ۳۴ میکلوڈ روڈ

تعجب ہے کہ محمد حنیف شاہد نے اس اعلان سے یہ نتیجہ کیونکر اخذ کر لیا کہ علامہ اقبال کونسل آف سٹیٹ کے رکن تھے۔ منتخب کرنے والے .ELECTOR اور منتخب ہونیوالے ELECTED میں بڑا فرق ہے۔

اقبال اکادمی پاکستان